هدایۃ المتعال
فی حد الاستقبال

استقبالِ قبلہ کے تعین میں اللہ عزوجل کی راہنمائی

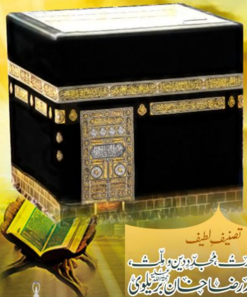

تصنیفِ لطیف

اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت،
امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

هِدایۃ المتعال فی حد الاستقبال ۱۳۲۴

(استقبالِ قبلہ کی تعیین میں اللہ تعالٰی جل شانہ کی رہنمائی)

مسئلہ ۳۹۶ از علی گڑھ معرفت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

شہر علی گڑھ کی عیدگاہ کہ صدہا سال سے بنی ہُوئی ہے اور حضرات علمائے متقدمین بلاکراہت اس میں عیدین کی نمازیں پڑھتے پڑھاتے رہے، آج کل کی نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور نیز آلاتِ انگریزی سے یہ تحقیق کیا ہے کہ سمتِ قبلہ سے منحرف ہے اور قطب شمالی داہنے کونے کی پشت پر واقع ہے کہ جس سے نوّے فٹ کے قریب مغرب سے پھری ہوئی ہے لہذا اس کو توڑ کر سمت ٹھیک کرنا مسلمانانِ شہر پر بہ تقدیرِ استطاعت کے لازم اور فرض ہے ورنہ نماز اس میں مکروہ تحریمی ہے، اور ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو اس میں ایک فتوٰی چھاپا جس کی عبارت جواب یہ ہے: "اگر وہاں کے مسلمانوں میں اس قدر مالی طاقت ہے کہ اس کو شہید کرکے ٹھیک سمتِ قبلہ پر بنا سکتے ہیں تو ان کے ذمے فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کریں اور اگر ان میں اسے ٹھیک سمت قبلہ کی طرف بنانے کی طاقت نہیں تو ان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اس مسجد یا عیدگاہ میں ٹھیک سمتِ قبلہ کی طرف خطوط کھینچ لیں اور اُن خطوط پر کھڑے ہوکر نماز پڑھا کریں، چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے:

ومن کان غائبا ففرضہ اصابتہ جھتھا ھو الصحیح لان التکلیف بحسب الوسع[1] انتھی

جو شخص کعبہ سے دور ہو اس پر نماز کے دوران سمتِ کعبہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے یہی صحیح ہے کیونکہ تکلیف حسبِ طاقت ہوتی ہے انتہی (ت)

---

[1] الہدایۃ باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۸۰

کتبِ معتبرہ سے یہ ارشاد ہو کہ اب ہندوستان کا قبلہ مابین المغربین ہونا چاہیے یا کیا؟ اور اس کا سمتِ قبلہ درست کرنا فرض ہے یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی جعل لنا الکعبۃ قبلۃ و امانًا والصلٰوۃ والسلام علی من الی افضل قبلۃ ولّانا، رسول الثقلین و امام القبلتین جعل اللّٰہ تعالٰی بابہ الکریم فی الدارین قبلۃ اٰمالنا وکعبۃ منانا وعلٰی اٰلہ وصحابتہ و سائر اھل قبلتہ الذین ولوا الیہ وجوھھم تصدیقا و ایمانا اٰمین اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔

تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لیے جس نے کعبہ کو ہمارا قبلہ اور پناہ گاہ بنایا اور صلوٰۃ وسلام ان پر کہ جس نے ہمیں اچھے قبلہ کی طرف پھیرا جن وانس کے رسول اور دونوں قبلوں کے امام جن کے باعزت دروازے کو اللہ تعالٰی نے جنہیں دنیا وآخرت میں ہماری تمام امیدوں کا قبلہ اور آرزوؤں کا کعبہ بنایا، آپ کی آل، اصحاب اور ان اہلِ قبلہ پر جنہوں نے حالتِ ایمان وتصدیق میں اس کعبہ کی طرف رخ کیا آمین: اے اللہ! حق وصواب کی ہدایت فرمادے۔)

فتوائے مذکورہ محض باطل اور حلیہ صدق وصحت سے عاطل اور منصب افتا پر نرا اجترا بلکہ شریعتِ مطہرہ پر کھلا افترا ہے۔

اولًا اگر بفرضِ باطل یہ عیدگاہ جہت قبلہ سے بالکل خارج ہوتی بلکہ مشرق ومغرب بدل گئے ہوتے جب بھی یہ جبروتی حکم کہ بحالت استطاعت اسے توڑ کر ٹھیک سمت قبلہ پر بنانا فرض ہے، دل سے نئی شریعت ایجاد کرنا تھا، اس حالت پر غایت یہ کہ اگر بے انہدام کوئی چارۂ کار ممکن نہ تھا منہدم کرنا مطلوب ہوتا ٹھیک سمت پر بنانا کس نے فرض مانا، عیدگاہ میں کوئی عمارت ہونا ہی سرے سے خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرض کیا نہ واجب نہ سنّت، زمانۂ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مصلائے عید کفِ دست میدان تھا جس میں اصلًا کسی عمارت کا نام نہ تھا، جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ عید کو تشریف لے جاتے مواجہ اقدس میں سُترہ کے لئے ایک نیزہ نصب کردیا جاتا، زمانۂ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں بھی یونہی رہا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے سب مواضع میں تبرک کے لئے مسجدیں بنائیں ظاہرًا انھیں کے وقت میں مصلائے عید میں بھی عمارت بنی کما استظھرہ السید نور الدین السمھودی قدس سرہ فی تاریخ المدینۃ الکریمۃ (جیسا کہ سید نورالدین سمہودی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب تاریخ المدینۃ المنورہ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ ت) صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ترکزلہ الحربۃ قدامہ یوم الفطر والنحر ثم یصلی۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس کے سامنے عید الفطر اور عید الاضحٰی کے موقع پر نیزہ نصب کیا جاتا پھر آپ نماز پڑھاتے۔ (ت)

اُنھیں کی دُوسری روایت میں ہے،

قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغدوالی المصلّی والعنزۃ بین یدیہ تحمل وتنصب بالمصلّی بین یدیہ فیصلی الیہا۔[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تو آپ کے آگے نیزہ اٹھا کر لایا جاتا اور عیدگاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا تھا پھر اس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھاتے تھے (ت)

سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمہ ومستخرج اسمٰعیلی میں زائد کیا:

وذلک ان المصلی کان فضاء لیس فیہ شیئ یستتربہ۔[3]

یہ اس لئے کیا جاتا تھا کہ عیدگاہ فضاء میں تھی وہاں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے سُترا بنایا جاسکے۔ (ت)

افسوس کہ نئی روشنی کا یہ فرض زمانۂ رسالت وزمانۂ خلافت وزمانۂ رسالت سب میں متروک رہا۔

ثانیاً اس عیدگاہ کی عمارت موجودہ سے دین الٰہی کو کوئی ایسا ضررِ شدید پہنچتا ہے جس کے سبب اس کا ڈھانا فرض ہوا یا نہیں اگر نہیں تو بحال استطاعت مالی اس کا ہدم کیوں فرض ہُوا اور اگر ہاں تو بحال عدم استطاعت مالی کیوں فرض نہیں، استطاعت مالی بنانے کو چاہیے، ڈھانے میں کیا ایسا درکار ہے جس سے مسلمانانِ شہر عاجز ہوں۔

ثالثاً خطوط سمت قبلہ ڈال لینے سے کاربراری ممکن اور وُہ ضرر مندفع ہے یا نہیں، اگر نہیں تو بحال عدم استطاعت یہ لغو حرکت کیوں فرض ہوئی اور کس نے فرض کی، اور اگر ہاں تو بحال استطاعت یُوں کاربراری کس نے حرام کی کہ بالتعیین ڈھا دینا ہی فرض ہوگیا، کیا یہاں متعدد ضرر مفترض الازالہ مختلف الحالہ ہیں کہ توزیع ممکن ہو۔

رابعاً یہ عیدگاہ سمت سے یکسر خارج ہے یا حدودِ جہت کے اندر ہے اگرچہ محاذاتِ عین سے منحرف ہے برتقدیر اول اس میں نماز مکروہ تحریمی کیوں ہوئی باطل محض ہونی لازم تھی، برتقدیر ثانی اس کا ڈھانا کیوں فرض ہوا جبکہ وہ حدودِ مشرع کے اندر ہے۔

---

[1] صحیح بخاری باب الصلٰوۃ الی الحربۃ یوم العید مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۳۳

[2] صحیح بخاری باب حمل العنزۃ اوالحربۃ الخ " " " " " " " "

[3] سُنن ابن ماجہ باب ما جاء فی الحربۃ یوم العید مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۹۳

خامساً علمائے کرام کا حکم تو یہ ہے کہ جہت سے بالکل خروج ہو تو نماز فاسد اور حدودِ جہت میں بلا کراہت جائز کہ آفاقی کا قبلہ ہی جہت ہے نہ کہ اصابتِ عین۔ بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی پھر حلیہ امام ابن امیر الحاج حلبی میں ہے:

قبلته حالة البعد جهة الکعبة وهی المحاریب لا عین الکعبة[1]۔

کعبہ سے دُوری کی صورت میں جہتِ کعبہ ہی قبلہ ہے اور وہ محرابِ مسجد ہے نہ کہ عینِ قبلہ۔ (ت)

جامع الرموز میں امام زندویسی سے ہے: الجهة قبلة کالعین[2] (جہتِ کعبہ عینِ قبلہ کی طرح ہے۔ ت) ہاں حتی الوسع اصابتِ عین سے قرب مستحب۔ اس بارے میں ملتقط و حلیہ وغیرہما کے نصوص بعونہٖ تعالٰی آگے آتے ہیں، اور خیریہ میں فرمایا: هو افضل بلا ریب ولا مین[3] (یہ بغیر کسی شک و شُبہ کے افضل ہے۔ ت) درر مولٰی خسرو و ردالمحتار میں ہے:

لو انحرف عن العین انحرافا لا تزول منه المقابلة بالکلیة جاز ویؤیده ما قال فی الظهیریة اذا تیامن او تیاسر تجوز[4]۔

اگر عینِ کعبہ سے بالکلیہ انحراف نہ ہو (یعنی معمولی انحراف ہوا) تو نماز جائز ہے۔ اس کی تائید ظہیریہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے: جب نمازی ذرا دائیں یا بائیں ہوگیا تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

اور ترکِ مستحب مستلزم کراہت تنزیہ بھی نہیں کراہت تحریم تو بڑی چیز، بحرالرائق باب العیدین میں ہے:

لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراهة اذ لا بد لها من دلیل خاص[5]۔

ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے ثبوت کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)

تو اُس میں نماز مکروہ تحریمی ٹھہرانا نئی روشنی کی محض ظلماتی ساخت ہے۔

سادساً عبارت ہدایہ کہ فتوٰی مذکورہ نے نقل کی اُس کے مُدعا سے اصلاً مس نہیں رکھتی بلکہ حقیقۃً وہ اس کا رد ہے، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر مکی کو ہرگز ضرور نہیں کہ اس کی توجہ عینِ کعبہ معظمہ کی طرف ہو بلکہ اس جہت کی طرف

---

[1] بدائع الصنائع	فصل فی شرائط الارکان	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱۱۸/۱

نوٹ: بدائع میں یہ عبارت معناً مذکور ہے الفاظ بعینہٖ موجود نہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[2] جامع الرموز	فصل شروط الصلٰوۃ	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۱۳۰/۱
[3] فتاوٰی خیریہ	کتاب الصلٰوۃ	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	۹/۱
[4] ردالمحتار	باب شروط الصلٰوۃ	مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر	۳۱۵/۱
[5] البحرالرائق	باب العیدین	" ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱۶۳/۲

منہ ہونا بس ہے جس میں کعبہ واقع ہے کہ تکلیف بقدر وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہے اس سے خود ثابت ہُوا کہ غیر مکّہ مکرمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے خارج نہ کرے مضر نہیں اور اس کی تصریح نہ صرف ہدایہ بلکہ عامّہ کتب مذہب میں ہے پھر مسافتِ بعیدہ میں ایک حد تک کثیر انحراف بھی جہت سے باہر نہ کرے گا اور در حق نماز قلیل ہی کہلائے گا اور جتنا بُعد بڑھتا جائے گا انحراف زیادہ گنجائش پائے گا۔ بحرالرائق و طحطاوی علی الدر وغیرہما میں ہے :

المسامتة التقريبية هو ان يكون منحرفا عن القبلة انحرافا لاتزول به المقابلة بالكلية، والمقابلة اذا وقعت فى مسافة بعيدة لاتزول بما تزول به من الانحراف لوكانت فى مسافة قريبة۔[1]

مسامتت تقریبی یہ ہے کہ انحراف عن القبلہ اس طرح ہو کہ جہتِ کعبہ سے مقابلہ بالکلیۃ ختم نہ ہو اور مقابلہ جب مسافتِ بعیدہ کی صورت میں ہو تو وہ اتنے انحراف سے ختم نہیں ہوتا جتنے سے مسامت قریبہ میں مقابلہ ہو تو ختم ہوجاتا ہے۔ (ت)

معراج الدرایہ و فتح القدیر و حلیہ شرح منیہ و بحر شرح کنز و فتاوٰی خیریہ وغیرہا میں ہے :

ويتفاوت ذلك بحسب تفاوت البعد وتبقى المسامتة مع انتقال مناسب لذلك البعد۔[2]

انحراف بُعد کے اعتبار سے متفاوت ہوتا ہے اور اس بُعد کے مناسب انتقال کے ساتھ مسامتت (سمت) باقی رہتی ہے۔ (ت)

فتوٰی میں عبارتِ ہدایہ سے استناد کے لئے یہ ثبوت دینا کہ مکہ معظمہ سے علی گڑھ کو یہ ہزاروں میل کا بُعد نقطۂ مغرب سے تیس گز انحراف کی گنجائش نہیں رکھتا اتنا تفاوت جہت سے باہر لے جائے گا بے اس ثبوت کے ذکرِ عبارت محض تغلیطِ عوام ہے اور حقیقت امر دیکھئے تو عبارت مستدل کے لئے صرف نا مفید ہی نہیں بلکہ صاف مضر ہے، ہم عنقریب بعونہٖ تعالٰی ثابت کریں گے کہ عیدگاہ مذکور ضرور حدودِ جہت کے اندر ہے۔

سابعاً ہمارے بعض علما تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس باب میں ہیأت قیاسات و آلات کا اعتبار ہی نہیں، جامع الرموز نے اسی بحثِ سمتِ قبلہ میں لکھا :

منهم من بناه على بعض العلوم الحكمية الا ان العلامة البخارى قال فى بحث القياس من الكشف ان اصحابنا

فقہاء میں سے بعض نے اس مسئلہ کی بنیاد بعض علومِ حکمیہ پر رکھی ہے مگر علامہ بخاری نے کشف الاسرار میں قیاس کی بحث کے تحت لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۷

[2] البحر الرائق شرح کنز الدقائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۴

لم یعتبروہ وبہ یشعر کلام قاضی خان اھ[1] وایدہ فی النھر بان علیہ اطلاق المتون[2] اھ وردہ فی رد المحتار قائلا لم ار فی المتون ما یدل علی عدم اعتبارھا ولنا تعلم ما نھتدی بہ علی القبلۃ من النجوم وقال تعالٰی والنجوم لتھتدوابھا الخ واستظھر ان الخلاف فی عدم اعتبارھا انما ھو عند وجود المحاریب القدیمۃ اذ لا یجوز التحری معھا کما قدمناہ لئلا یلزم تخطئۃ السلف الصالح وجماھیر المسلمین بخلاف ما اذا کان فی المفازۃ فینبغی وجوب اعتبار النجوم ونحوھا فی المفازۃ لتصریح علمائنا وغیرھم بکونھا علامۃ معتبرۃ فینبغی الاعتماد فی اوقات الصلٰوۃ وفی القبلۃ علی ما ذکرہ العلماء الثقات فی کتب المواقیت وعلی ما وضعوہ لھا من الاٰلات کالربع والاصطرلاب فانھا ان لم تفد الیقین تفید غلبۃ الظن للعالم بھا، وغلبۃ الظن کافیۃ فی ذلک[3] الخ۔

اس کا اعتبار نہیں کیا، قاضی خاں کی گفتگو بھی اسی طرف رہنمائی کرتی ہے اھ نہر میں اس کی تائید یوں کی ہے کہ اسی پر متون کا اطلاق ہے اھ رد المحتار میں یہ کہتے ہوئے اس کا رد کیا کہ میں نے متون میں ایسی کوئی دلیل نہیں دیکھی جو ان کے عدمِ اعتبار پر دال ہو، حالانکہ ہم پر اس چیز کا تعلّم ہے جس کے ساتھ ستاروں کے ذریعے ہم قبلہ پر رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد بھی دلیل ہے والنجوم لتھتدوابھا الخ (اس نے ستارے اس لئے بنائے تاکہ تم ان سے رہنمائی حاصل کرو) اس سے ظاہر کیا کہ ان کے عدمِ اعتبار میں اختلاف اس صورت میں ہے جب وہاں قدیم محراب موجود ہوں کیونکہ ان کے ہوتے ہوئے تحرّی جائز نہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے، تاکہ سلف صالحین اور جمہور مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا لازم نہ آئے بخلاف اس صورت کے جب مصلی جنگل اور ویران جگہ میں ہو تو وہاں ستاروں وغیرہ کا اعتبار ضروری ہے کیونکہ ہمارے علماء وغیرہم نے ان چیزوں کے علامتِ معتبرہ ہونے پر تصریح کی ہے لہٰذا اوقاتِ نماز اور تعیینِ قبلہ کے متعلق ثقہ علماء کے کتب مواقیت میں بیان کردہ قواعد وضوابط پر اعتماد کرنا مناسب ہے اور وہ آلات مثلاً ربع، اصطرلاب وغیرہ جو اوقات کی پہچان کیلئے انھوں نے بنائے ہیں ان پر بھی اعتماد کیا جائے۔ کیونکہ اگر ان آلات سے یقین کا درجہ حاصل نہ ہو تو کم از کم غلبۂ ظن تو اس شخص کو جو ان آلات سے متعلق معلومات رکھتا ہو حاصل ہو جائے گا۔ اور اس مسئلہ میں ظنِ غالب ہی کافی ہے الخ (ت)

---

[1] جامع الرموز فصل شروط الصلٰوۃ مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۳۰

[2] رد المحتار بحوالۃ النہر مبحث فی استقبال القبلۃ 〃 مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۱۷

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

اقول وھو کلام نفیس واین تحری جزاف لایکاد یرجع الی اثارة علم من الظن الغالب الحاصل بتلک القواعد ولولا مکان اطوال البلاد وعروضها فی امر تعیین القبلة ومجال الظنون فی اکثرها لکان ما یحصل بها قطعیا لامساغ لریبة فیه بل لو حققت لالفیت جل المحاریب المنصوبة بعد الصحابة والتابعین رضی اللہ تعالٰی عنھم انما بنیت بناءً علی تلک القواعد وعلیھا اُسّست لھا القواعد فکیف یحل اعتماد تلک المحاریب دون الذی بنیت علیہ نعم عند التعارض ترجح القدیم خلافا للشافعیة لئلا یلزم تخطئة السلف الصالح وجماھیر المسلمین[ل] کما ذکرہ الشامی وغیرہ ولان علم الجمیع اقوی من علم الاٰحاد وللسلف مزیة جلیة علی الخلف ولربما یخطئ النظر فی استعمال القواعد والاٰلات کما ھو مرئی مشاھد فھو اولٰی بالخطاء منھم ولذا قال فی الفتاوی الخیریة واما الاجتھاد فیھا ای فی محاریب المسلمین بالنسبة الی الجھة فلا یجوز حیث سلمت من الطعن لانھا لم تنصب الا بحضرة جمع من المسلمین اھل معرفة بسمت الکواکب والادلة فجری ذلک مجری الخبر فتقلد

اقول (میں کہتا ہوں) یہ نفیس گفتگو ہے علم کے کسی پہلو کو نہ چھُونے والے بے اصل اندازے کو ان آلات سے حاصل شدہ ظنِ غالب سے کیا تعلق، اگر تعیینِ قبلہ کے معاملہ میں طول البلد اور عرض البلد اور ان کے اکثر معاملات میں ظن کا دخل نہ ہوتا تو ان آلات سے حاصل شدہ علم قطعی ہوتا جس میں شک کی گنجائش نہ ہوتی۔ بلکہ اگر تو تحقیق کرے تو تجھے معلوم ہوگا کہ وہ بڑے بڑے محراب جو صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنھم کے بعد بنائے گئے وہ انھی قواعد کی بنا پر بنائے گئے ہیں اور انھی ضوابط پر ان مساجد کے ستون بنائے گئے، تو یہ کیسے درست ہوگا کہ ان محرابوں پر تو اعتماد کیا جائے مگر ان قواعد پر نہ کیا جائے جن کی بنا پر وہ محراب معرضِ وجود میں آئے ہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ جہاں قاعدہ و محرابِ قدیم میں تعارض ہوگا وہاں محرابِ قدیم کو ترجیح ہوگی بخلاف شوافع کے تاکہ سلف صالحین اور جمہور مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا لازم نہ آئے جیسا کہ امام شامی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ جماعت کا علم احاد کے علم سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور سلف کو خلف پر واضح فضیلت حاصل ہے نیز بعض دفعہ استعمالِ قواعد و آلات میں نظر سے خطا بھی ہوجاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ وملاحظہ میں آیا ہے لہذا واحد کا خاطی ہونا جماعت کے خاطی ہونے سے زیادہ قریب ہے، اسی لئے فتاوٰی خیریہ میں کہا کہ جہتِ قبلہ کی تعیین

[ل] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۷

تلك المحاریب[1] اھ۔

کے معاملہ میں مسلمانوں کے قدیم محرابوں میں اجتہاد اور غور وفکر اس لئے جائز نہیں تاکہ طعن سے محفوظ رہا جاسکے کیونکہ یہ محراب مسلمانوں کی اُن جماعتوں نے قائم کئے ہیں جو کواکب کی سمت اور دلائل کی معرفت رکھتی تھیں، تو چونکہ خیر وبھلائی اسی میں ہے لہذا ان محرابوں کی تقلید کی جائے اھ (ت)

اقول وبه ظهر ان الحکم لایختص بالمفاوز فانهم انما نصبوا فی الامصار بناءً علی تلك الادلة لاجرم ان قال العلامة البرجندی فی شرح النقایة ان امر القبلة انما یتحقق بقواعد الهندسة والحساب بان یعرّف بعد مکة عن خط الاستواء وعن طرف المغرب ثم بعد البلد المفروض کذلك ثم یقاس بتلك القواعد لتحقیق سمت القبلة ونحن قد حققنا بتلك القواعد سمت قبلة هراة[2] الی اٰخر ماسیاتی ونقله الفتّال فی حاشیته مقرا علیه۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے یہ بھی آشکارا ہوگیا کہ یہ حکم محض ویرانے اور جنگل کے ساتھ ہی مخصوص نہیں کیونکہ شہروں میں بھی مسلمانوں نے انہی قواعد وضوابط کی بنا پر محراب قائم کئے ہیں، چنانچہ علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں کہا کہ قبلہ کا معاملہ قواعدِ ہندسہ وحساب کی بنا پر حل ہوتا ہے بایں طور کہ پہلے خطِ استواء اور مغرب کی جانب سے مکّہ کا بُعد پہچانا جائے پھر مفروض شہر کے بعد کو اسی طرح پہچانا جائے پھر ان قواعد کے مطابق قیاس کیا جائے تاکہ سمتِ قبلہ معلوم ہوسکے اور ہم ان قواعد کے ذریعے قبلہ ہرات کی سمت یونہی ثابت کرچکے ہیں آخر تک جس کا بیان آئیگا، اور اس کو علامہ فتال نے اپنے حاشیہ میں ثابت رکھتے ہوئے نقل کیا ہے۔ (ت)

اور اتنا تو اکابر نے بھی فرمایا کہ جو مسجد مدتوں سے بنی ہو اور اہلِ علم وعامہ مسلمین اس میں بلانکیر نمازیں پڑھتے رہے ہوں جیسا کہ عیدگاہ مذکور کی نسبت سوال میں مسطور ہے اگر کوئی فلسفی اپنے آلات وقیاسات کی رُو سے اُس میں شک ڈالا چاہے اُس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہ صدہا سال سے علماء وسائر مسلمین کو غلطی پر مان لینا نہایت سخت بات ہے، بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی قدیم محرابیں خود ہی دلیل قبلہ ہیں جن کے بعد تحری کرنے اور اپنا قیاس لگانے کی شرعاً اجازت نہیں، ایسی تشکیک بعض مدعیانِ ہیأت نے بعض محرابات نصب کردہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بھی پیش کی حالانکہ بالیقین صحابۂ کرام کا علم زائد تھا اُس کے بعد فلسفی ادعا کا سننا بھی حلال نہیں، ہاں تحقیق معلوم ہو

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۷

[2] شرح النقایۃ للبرجندی باب شروط الصلوٰۃ " منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۸۹

کہ فلاں محراب کسی جاہل ناواقف نے یُونہی جزافاً قائم کردی ہے تو البتہ اُس پر اعتماد نہ ہوگا۔ علامہ خیرالدین رملی استادِ صاحبِ دُرِمختار رحمہما اللہ تعالٰی فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں:

نحن علی علم بان الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اعلم من غیرھم فاذا علمنا انھم وضعوا محرابا لا یعارضھم من ھو دونھم واذا علمنا ان محرابا وضع من غیرھم بغیر علم لا نعتمدہ، واذا لم نعرف شیئا وعلمنا کثرۃ المارین وتوالی المصلین علی مرور السنین عملنا بالظاھر وھو الصحۃ[1]

ہمیں یقین ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم دیگر تمام افرادِ اُمت سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ محراب صحابہ نے قائم کئے ہیں تو ان کے مقابل کسی دوسرے کی بات کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا (لہذا اس محراب پر اعتماد کیا جائے گا) اور جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ صحابہ کے علاوہ کسی جاہل ناواقف نے یہ محراب بنائی ہے تو اس پر ہم اعتماد نہیں کریں گے، اور اگر کسی محراب کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات نہ ہوں صرف اتنا جانتے ہوں کہ یہاں کئی سالوں سے کثیر راہ گیر اور نمازی مسلسل نماز پڑھ رہے ہیں تو ہم اسی ظاہر صورت پر عمل کریں گے اور یہی درست ہے (ت)

اُسی میں ہے:

مذھب الحنفیۃ یعمل بالمحاریب المذکورۃ ولا یلتفت للطعن المذکور[2]۔

احناف کا مسلک یہی ہے کہ ان محاریب مذکورہ پر عمل پیرا ہوں اور مخالف کے طعن و اعتراض مذکور کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

نھایۃ الفلکی المذکور ان یطعن بالانحراف الیسیر الذی لا یجاوز الحد المذکور وھو علی تقدیر صدقہ لا یمنع الجواز ولھذا قال الشارح

قولِ فلکی (ماہرِ فلکیات) مذکور کی نہایۃ یہ ہے کہ وہ اس تھوڑے انحراف کے ساتھ جو حدِ مذکور سے تجاوز نہ کرتا ہو طعن (واعتراض) کریگا حالانکہ اگر اس کا یہ قول سچا بھی ہو تاہم جوازِ نماز کے منافی نہیں اس لئے شارح

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۹

[2] " " " " " " ۱/۸

الزیلعی لایجوز التحری مع المحاریب[1]۔

امام زیلعی نے فرمایا محاریب کے ہوتے ہوئے اجتہاد اور غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الکلام فی تحقق ذٰلک یعنی الانحراف الکثیر ولایقع علی وجہ الیقین مع البعد باخبار المیقاتی کما لایخفی عند الفقہاء[2]۔

لیکن کلام انحراف کثیر کی تحقیق کے بارے میں ہے اور یہ بات بُعد کی صورت میں ماہرِ فلکیات کی رائے سے یقینی طور پر حاصل نہیں ہوسکتی جیسا کہ فقہاء پر مخفی نہیں (ت)

حلیہ میں ہے:

المحراب فی حق المصلی قد صار کعین الکعبۃ ولہذا لایجوز للشخص ان یجتہد فی المحاریب فایاک ان تنظر الی ما یقال ان قبلۃ اموی دمشق واکثر مساجدھا المبنیۃ علی سمت قبلتہ فیہا بعض انحراف اذ لاشک ان قبلۃ الاموی من حین فتح الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ومن صلی منہم الیہا وکذا من بعدھم اعلم واوثق من فلکی لاندری ھل اصاب ام اخطأ بل ذٰلک یرجح خطأہ وکل خیر من اتباع من سلف[3]۔

نمازی کے لئے محراب عین کعبہ کی طرح ہے اسی لئے کسی شخص کو روا نہیں کہ وُہ محاریب میں اجتہاد یا غور و فکر کرے اس بات سے تو دُور رہ (جو کہا جاتا ہے) کہ جامع اموی دمشق اور اُسکی اکثر دیگر مساجد جو اسکی سمت پر بنائی گئی ہیں ان کی سمت قبلہ کچھ منحرف ہے کیونکہ جامع اموی کے قبلہ کا تعین اس وقت سے ہُوا ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس علاقہ کو فتح کیا تھا صحابہ کرام خود بھی اسی رُخ نماز ادا کرتے رہے اور اُن سے بعد کے لوگ بھی اور وہ حضرات اس فلکی سے زیادہ عالم اور ثقہ تھے اس فلکی کے بارے میں ہمیں کیا معلوم کہ اس کی رائے درست ہے یا غلط بلکہ اس کا خاطی ہونا ہی راجح ہے اور تمام خیر اسلاف کی اتباع میں ہے۔ (ت)

پھر علماء کے یہ ارشادات اس کے بارے میں تھے جو فنِ ہیأت کا ماہرِ کامل عالم فاضل ثقہ عادل ہو یہ نئی روشنی والے نہ فقہ سے مس نہ ہیأت سے خبر اور دین و دیانت کا حال روشن تر، ان کی بات کیا قابلِ التفات،

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۷

[2] " " " " " " ۱/۹

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ان کی ہیأت دانی اسی اعتراض ہی سے پیدا ہے کہ قطب شمالی شانۂ راست سے جانب پشت مائل ہونے کو دلیلِ انحراف بتایا اور دیوار توڑ کر ٹھیک محاذاتِ قطب میں بنانا چاہتے ہیں، علمِ ہیأت میں ادراکِ سمت قبلہ کے لئے دو طریقے ہیں، ایک تقریبی کہ عامۂ کتبِ متداولہ میں مذکور، دوسرا تحقیقی کہ زیجات میں مسطور۔ یہاں سے واضح کہ یہ حضرات اُن دونوں سے مجہول، اگر وہ طریقہ تقریبی جانتے اُن پر معترض نہ ہوتے کہ اس کی رُو سے سمتِ قبلہ علی گڑھ نکالیں تو ضرور قطبِ شمالی شانۂ راست سے جانبِ پشت ہی پھرا رہے گا کہ اس طریقہ پر علی گڑھ کا خطِ قبلہ نقطۂ مغرب سے ساڑھے دس درجے جانبِ جنوب جھکا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ نقطۂ مغرب کی طرف مُنہ کرتے تو قطب محاذاتِ شانہ پر رہتا اب کہ مغرب سے دس درجے جنوب کو پھرے، قطب ضرور جانبِ پشت میلان کرے گا، اور اگر طریقۂ تحقیق سے آگاہ ہوتے ہرگز دیوار جدید محاذیِ قطب بنانی نہ چاہتے کہ طریقِ تحقیق میں بھی خطِ قبلہ علی گڑھ نقطۂ مغرب سے جنوب ہی کو مائل ہے اگرچہ نہ اُتنا کہ طریقِ تقریب میں تھا ہم دونوں طرقِ تقریب و تحقیق ان شاء اللہ آخر کلام میں ذکر کریں گے۔

ثامنا محاذاتِ قطب چاہنا بھی ان صاحبوں کے خیال میں علمائے اسلام رحمہم اللہ تعالٰی کا صدقہ ہے جن کا منشا اگر ان کے خیال میں ہوتا مسجد کا ڈھانا فرض نہ کرتے زمانۂ اقدس صحابۂ کرام بلکہ حضور پُرنور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے غیر مکی کیلئے جہتِ کعبہ قبلہ قرار پائی ہے اصابتِ عین کی ہرگز تکلیف نہیں ولہذا صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے بلادِ متقاربہ بلکہ ملک بھر کے لئے ایک ہی قبلہ قرار دیا، ملک عراق کے واسطے باتباع ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و فرمانِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابہ نے بین المشرق والمغرب قبلہ مقرر فرمایا، ائمہ کرام نے بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، بلخ، مرو، سرخس وغیرہا کا قبلہ مسقط راس العقرب بنایا، بیت المقدس، حلب، دمشق، رملہ، نابلس وغیرہا تمام ملکِ شام کا قبلہ ستارۂ قطب کو پس پشت لینا ٹھہرایا۔ کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان وغیرہا میں نہر شاش تک قطب کو دہنے کان کے پیچھے ملکِ عراق میں سیدھے (دائیں) شانے، ملکِ مصر میں بائیں کندھے، ملکِ یمن میں منہ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہوا فرمایا۔ امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے بغداد مقدس و بخارا شریف کا قبلہ ایک بتایا۔ علماء نے خراسان و سمرقند وغیرہا بلادِ مشرقیہ کے لئے جن میں ہندوستان بھی داخل بین المغربین قبلہ ٹھہرایا۔ امام اجل فقیہ النفس قاضی خان رحمہ اللہ تعالٰی نے مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالٰی سے دربارۂ قبلہ چھ قول نقل فرمائے: بناتُ النعش صغرٰی کو جس کی نعش کا سب سے روشن ستارہ قطب ہے دہنے کان پر لے کر قدرے بائیں کو پھرنا، ستارۂ قطب کو سیدھے (دائیں) کان کے پیچھے لینا، مسقط راس العقرب کی طرف منہ کرنا، آفتاب جب برج جوزا میں ہو آخر وقت ظہر میں اُس کی سمت دیکھ کر ملحوظ رکھنا، مسقط دو نسر طائر و واقع کے درمیان بین المغربین کے فاصلے سے دو ثلث دہنے ایک بائیں کو رکھنا۔ اور فرمایا کہ یہ سب اقوال باہم قریب ہیں ان تمام احکام کا مبنٰی وہی ہے کہ اعتبارِ جہت میں بڑی وسعت ہے فلسفی بیچارا آلات کا پٹارا خیالات کا پشتارا کھول کر بیٹھے تو ہرگز

نہ اُن شہروں کا قبلہ ایک پاسکتا ہے نہ ملک بھر کی ایک سمت ٹھہراسکتا ہے مگر وُہ نہیں جانتا کہ یہ دین تدقیق آلات پر مبنی نہیں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین سمح سہل ہے والحمد للہ رب العٰلمین قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اِنَّا اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لا نکتب ولا نحسب[1] (تمام خوبیاں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اُمی اُمّت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب رکھتے ہیں۔ ت)

فتاوٰی خانیہ میں ہے:

جھۃ الکعبۃ تعرف بالدلیل والدلیل فی الامصار والقری المحاریب التی نصبتھا الصحابۃ والتابعون رضی اللہ تعالٰی عنھم فحین فتحوا العراق جعلوا قبلۃ اھلھا بین المشرق والمغرب لذٰلک قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کان بالعراق جعل المغرب عن یمینہ والمشرق عن یسارہ وھکذا قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی وانما قال ذٰلک لقول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا جعلت المغرب عن یمینک والمشرق عن یسارک فما بینھما قبلۃ لاھل العراق وحین فتح خراسان جعلوا قبلۃ اھلھا ما بین مغرب الصیف ومغرب الشتاء فعلینا اتباعھم وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال فی قبلۃ اھل الری اجعل الجُدَیَّ[ع] علی مَنکبک

جہتِ کعبہ دلیل کے ذریعہ پہچانی جاسکتی ہے اور دلیل شہروں اور دیہاتوں میں وہ محراب ہیں جو صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین نے قائم کئے، صحابہ نے جب عراق کا علاقہ فتح کیا تو انھوں نے وہاں کے لوگوں کےلئے مشرق و مغرب کے درمیان جہتِ کعبہ مقرر کی اس لئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا عراقی مغرب کو اپنی دائیں طرف اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کرلے۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا، یہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس قول کی اتباع میں کہا ہے جس میں ہے کہ جب تم مغرب کو اپنی دائیں اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کرلے تو ان کے درمیان اہلِ عراق کا قبلہ ہے۔ اور جب صحابہ نے خراسان فتح کیا تو وہاں کے رہنے والوں کے لئے قبلہ موسم گرما کے مغرب اور موسم سرما کے مغرب کے درمیان قرار دیا۔ پس ہم پر ان کی اتباع لازم ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی ہے کہ انھوں نے اہلِ رے کے لئے قبلہ کا تعیّن کرتے ہوئے

[ع] بضم الجیم وفتح الدال وتشدید الیاء ای جُدَیُّ الفرقد اسم النجم الثاقب السابع فی اٰخر النعش الصغرٰی ۱۲ العلامۃ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی

جیم پر پیش، دال پر زبر، یاء مشدد کے ساتھ یعنی جُدَیُّ الفرقد یہ اس ساتویں ثاقب ستارے کا نام ہے جو نعش صغرٰی کے آخر میں ہے ۱۲ علامہ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

[1] صحیح مسلم باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الہلال الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۷

الایمن واختلف المشائخ رحمہم اللہ تعالٰی فیما سوی ذلک من الامصار، قال بعضہم اذا جعلت بنات نعش الصغری علی اذنک الیمنی یمینک وانحرفت قلیلا الی شمالک فتلک القبلۃ، وقال بعضہم اذا جعلت الجدی خلف اذنک الیمنی فتلک القبلۃ وعن عبد اللہ المبارک وابی مطیع وابی معاذ وسلم بن سالم وعلی ابن یونس رحمہم اللہ تعالٰی انہم قالوا قبلتنا العقرب وعن بعضہم اذا کانت الشمس فی برج الجوزاء ففی أخر وقت الظہر اذا استقبلت الشمس بوجہک فتلک القبلۃ وعن الفقیہ ابی جعفر رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال اذا قمت مستقبل المغرب فالنسر الواقع بسقوطہ یکون بحذاء منکبک الایمن والنسر الطائر بسقوطہ فی وجہک بحذاء عینک الیمنی فالقبلۃ ما بینہما، قال قبلۃ بخارا ہی علی قبلتنا، وعن القاضی الامام صدر الاسلام قال القبلۃ ما بین النسرین، وعن الشیخ الامام ابی منصور الماتریدی رحمہ اللہ تعالٰی انظر الی مغرب الشمس فی اطول ایام السنۃ ثم فی اقصر ایام السنۃ ودع الثلثین عن یمینک والثلث عن یسارک فالقبلۃ عند ذلک وہذہ الاقاویل بعضہا قریب من بعض[1] اھ مختصرا۔

فرمایا: جدی (ستارہ) کو اپنے بائیں کاندھے پر کرو۔ ان کے علاوہ دیگر شہروں کے بارے میں مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالٰی کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جب بنات نعش صغرٰی کو اپنے دائیں کان پر کرتے ہوئے تھوڑا سا اپنی بائیں طرف پھر جاؤ یہی تمہارا قبلہ ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ جدی (ستارہ) کو جب اپنے بائیں کان کے پیچھے کرے تو یہ تیرا قبلہ ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مبارک، ابومطیع، ابومعاذ، سلم بن سالم اور علی بن یونس رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ ہمارا قبلہ عقرب (ستارہ) ہے۔ اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ سورج برج جوزا میں ہو تو ظہر کے آخری وقت میں جب تو سورج کی طرف اپنے چہرے کو پھیر لے تو یہی تمہارا قبلہ ہے۔ اور فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب تم چہرہ مغرب کے سامنے کی طرف کرو تو نسر واقع تمہارے دائیں کاندھے کے برابر اور نسر طائر چہرے میں تمہاری دائیں آنکھ کے مقابل ہوگا جو ان کے درمیان ہو وہ قبلہ ہے، فرمایا اور بخارا کا قبلہ ہمارے ہی قبلہ پر ہے۔ اور امام قاضی صدر الاسلام کا قول ہے کہ قبلہ دونوں نسروں کے درمیان ہے۔ شیخ الاسلام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ تم سال کے بڑے دنوں میں سورج کے مغرب کی طرف دیکھو اسی طرح سال کے چھوٹے دنوں میں دیکھو پھر اپنی دائیں جانب سے دو تہائی اور بائیں جانب سے ایک تہائی چھوڑ دو تو یہ سمت قبلہ ہے۔ یہ تمام اقوال ایک دوسرے کے قریب ہیں اھ مختصراً (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

معراج الدرایہ و فتح القدیر و حلیہ میں ہے :

ولذا وضع العلماء قبلة بلد و بلدين و بلاد على سمت واحد فجعلوا قبلة بخارى و سمرقند ونسف وترمذ وبلخ و مرو و سرخس موضع الغروب اذا كانت الشمس فى أخر الميزان و أول العقرب كما اقتضته الدلائل الموضوعة لمعرفة القبلة و لم يخرجوا لكل بلد سمتا لبقاء المقابلة والتوجة فى ذلك القدر و نحوه من المسافة۔[1]

اسی لئے علما نے ایک شہر، دو شہر بلکہ متعدد شہروں کا قبلہ ایک ہی سمت مقرر کیا ہے مثلاً بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، بلخ، مرو، سرخس کا قبلہ موضع غروب (مسقط راس العقرب) قرار دیا جبکہ شمس آخر میزان اور اول عقرب میں ہو جیسا کہ معرفت قبلہ کے لئے وضع کردہ دلائل اسی کا تقاضا کرتے ہیں اور ہر شہر کے لئے الگ الگ سمت مقرر نہ کی کیونکہ اس قدر اور اسی جیسی مسافت میں مقابلہ اور توجہ الی الکعبہ باقی رہتی ہے۔ (ت)

منیہ و حلیہ و بحر و ردالمحتار وغیرہا میں ہے :

الجُدَىُّ اذا جعله الواقف خلف اذنه اليمنى كان مستقبل القبلة ان كان بناحية الكوفة و بغداد و همدان و قزوين و طبرستان و جرجان وما والاها الى نهر الشاش و يجعله من بمصر على عاتقه الايسر و من بالعراق على عاتقه الايمن و باليمن قبالة المستقبل مما يلى جانبه الايسر و بالشام وراءه۔[2]

جب کھڑا ہونے والا جدی (قطب ستارہ) کو اپنے دائیں کان کے پیچھے کرلے تو اب اس کے سامنے جہت قبلہ ہے اگر کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان اور اس کے قرب وجوار نہر شاش تک کے علاقے میں رہنے والا ہو (تمام علاقوں کا قبلہ یہی ہے) مصر میں رہنے والا جدی (ستارۂ قطب) اپنے بائیں کاندھے پر کرلے، عراقی دائیں کاندھے پر کرلے، یمنی اپنے سامنے کی اس جانب کرے جو بائیں جانب سے متصل ہے اور شامی اپنے پیچھے کی طرف کرلے۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے :

وذكر بعضهم ان اقوى الادلة القطب فيجعله من بالشام وراءه والرملة و نابلس

بعض علمانے فرمایا کہ سب سے قوی دلیل قطب (ستارہ) ہے تو اہلِ شام اسے پشت کی طرف کریں، رملہ، نابلس،

---

[1] فتح القدیر باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۳۵

[2] البحر الرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۸۵

وبیت المقدس من جملۃ الشام کدمشق وحلب وجوز للکل الاعتماد علی القطب وجعلہ خلفہ ولابد فی ذلک من نوع انحراف لاھل ناحیۃ منھا لکنہ لایضر کما قررناہ۔[1]

بیت المقدس سب ملک شام کے حصے ہیں جیسا کہ دمشق اور حلب اور ان کے بعض حضرات نے ان تمام کے لئے قطب ستارے پر اعتماد کو جائز قرار دیا ہے جبکہ وہاں کے رہنے والا اسے اپنے پیچھے کرے حالانکہ اس صورت میں یہاں سے ایک جانب رہنے والوں کیلئے کچھ نہ کچھ انحراف ضرور لازم آتا ہے، لیکن یہ انحراف نقصان دہ نہیں جیسے کہ ہم اس کو بیان کر آئے۔ (ت)

اسی حکم کی بنا پر ہندوستان میں ستارۂ قطب داہنے شانے پر لیا گیا ہے اور قدیم سے عام مساجد اسی سمت پر بنیں کہ بین المغربین کا اوسط مغرب اعتدال تھا اور اس کی طرف توجہ میں قطب سیدھے ہی شانے پر ہوتا ہے اور اس کی پہچان آسان اور اُس میں انحراف بقدر[عہ] (قدرے انحراف) مضر نہیں ولہذا اسی پر تعامل ہوا' یہ مدعیان ہیأت سمجھے کہ عام بلادِ ہندیہ شاید خاص علی گڑھ کا یہی قبلہ تحقیقی ہے حالانکہ وہ محض ناواقفی ہے۔ ہندوستان آٹھ درجے عرض شمالی سے پینتیس ۳۵ درجے تک آباد ہے اور طولِ شرقی چھیاسٹھ ۶۶ درجے سے بانوے ۹۲ تک۔ یہ بھی ہندوستان کی خوش نصیبی ہے ۶۶ عدد ہیں اسمِ جلالت اللہ کے اور ۹۲ نام پاک محمد کے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ہم نے اپنے رسالہ کشف العلۃ عن سمت القبلۃ (۱۳۲۴ھ) میں براہینِ ہندسیہ سے ثابت کیا ہے کہ شروع جنوبی ہند جزیرہ سرندیپ وغیرہا سے تئیس ۲۳ درجے چونتیس ۳۴ دقیقے عرض تک جتنے بلاد ہیں جن میں مدراس، حاطۂ بمبئی، حیدرآباد کا علاقہ وغیرہا داخل ہیں، سب کا قبلہ نقطۂ مغرب سے شمال کو جھکا ہوا ہے ستارۂ قطب داہنے شانے سے سامنے کی جانب مائل ہوگا اور انتیسویں ۲۹ درجۂ عرض سے اخیر شمالی ہند تک جس میں دہلی، بریلی، مرادآباد، میرٹھ، پنجاب، بلوچستان، شکارپور، قلات، پشاور، کشمیر وغیرہا داخل ہیں سب کا قبلہ جنوب کو جھکا ہوا ہے، قطب سیدھے کندھے سے پشت کی طرف میلان کرے گا۔ دلیل کی رُو سے یہ عام حکم ساڑھے بتیس ۳۲½ درجے سے ہوتا تھا مگر ۲۸ کے بعد سے ۳۲ تک عدم انحراف کے لئے جتنا طول درکار ہے ہندوستان میں اُس طول وعرض پر آبادی نہیں ۲۳° – ۳۴' سے ۲۸° تک جتنے بلادِ کثیرہ ہیں اُن میں کسی کا قبلہ مغربی جنوبی، کسی کا خاص نقطۂ مغرب کی طرف، علی گڑھ اسی قسمِ دوم میں ہے جس کا قبلہ جنوب کو مائل ہے۔ ہم نے اُس رسالے میں عرض اٹھائیس سے

عہ ھھنا سقط ۱۲ العلامۃ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی

یہاں کچھ عبارت ساقط ہوگئی ۱۲ علامہ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۷

عرض لحم با تک ایک ایک دقیقے کے فاصلے سے ایک جدول دی ہے کہ اتنے عرض پر جب اتنا طول ہو تو قبلہ ٹھیک مغرب اعتدال کی طرف ہوگا اس کے ملاحظہ سے واضح ہوسکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے شہروں کا تحقیقی قبلہ اس حکمِ مشہور کے مطابق ہے بااینہمہ عام عملدرآمد اُسی حکمِ واحد پر ہے اور کچھ مضر نہیں کہ حدودِ شرع سے باہر نہیں، بالجملہ یہ ناواقف لوگ اگر سمتِ حقیقی چاہتے ہیں تو محاذاتِ قطب چاہنا باطل اور جہت پر قانع ہیں تو جہت اب بھی حاصل، بہرحال مسجد شہید کرنے کی فرضیت باطل، اُس میں نماز کی تحریمی کراہت باطل۔ غرض اُس بے معنی فتوے کی جہالت کہاں تک گِنئے ہم اصل حکمِ شرع بتوفیق اللہ تعالٰی واضح کریں کہ عیدگاہ مذکور ضرور حدودِ شرعیہ کے اندر ہے اس کا بیان چند افادوں پر موقوف، **فاقول** وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں اسی پر بھروسہ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ت)

افادہ اُولٰی: جہتِ قبلہ کی حد کیا ہے کہ جب اس سے باہر ہو جہت سے باہر ہو، اس بارے میں عباراتِ علما متعدد وجوہ پر پائی گئیں:

اول جب مشارق مغارب نہ بدلیں جہت نہ بدلے گی۔ فتح القدیر و بحرالرائق و خیریہ و طحطاوی و ردالمحتار وغیرہا کُتبِ کثیرہ میں یہاں اور نیز مسئلۂ اقتداء بالشافعی میں ہے:

الانحراف المفسد ان یجاوز المشارق الی المغارب[1] وفی الخیریۃ بعد ما قدمنا عنہ فی الایراد السابع وعند تحققنا بالخطأ زال الغطاء وھو فی اختلاف الجھۃ بحیث یکون متجاوز المشارق الی المغارب[2]۔

مفسدِ نماز وہ انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو۔ اور فتاوٰی خیریہ میں اس گفتگو کے بعد جو پہلے ایرادِ سابع میں بیان کرچکے) ہے، جب ہمیں خطاء کا تحقیقی ثبوت مل گیا تو پردہ اُٹھ گیا یعنی کوئی اشکال نہ رہا، وہ یہ ہے کہ جہتِ کعبہ مختلف ہوجاتی ہے جب مشارق ومغارب سے متجاوز ہوں (یعنی مشارق مغارب بدل جائیں)۔ (ت)

اور اُس کی تائید اُس حدیث سے کی گئی کہ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے حاکم نے کہا برشرطِ بخاری و مسلم صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ما بین المشرق والمغرب قبلۃ[3] مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ امام مالک مؤطا اور ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق مصنفات

---

[1] البحرالرائق باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۵

[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلٰوۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۹

[3] جامع الترمذی باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۴۶

اور بیہقی سُنن اور ابو العباس اصم اپنے جُزء حدیثی میں راوی امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: مابین المشرق والمغرب قبلۃ[1] (مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ ت) جامع ترمذی میں یہ قول متعدد صحابۂ کرام مثل امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ وحضرت عبداللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہونا بیان کیا اور کما عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

اذا جعلت المغرب عن یمینك والمشرق عن یسارك فما بینهما قبلة اذا استقبلت القبلة[2]۔	جب تُو مغرب کو داہنے ہاتھ پر لے اور مشرق کو بائیں پر تو ان دونوں کے اندر قبلہ ہے، اس وقت رُو بقبلہ ہولیا۔

اقول عبارتِ مذکورہ علما سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مُنہ کرنے کے عوض پیٹھ کرنا نہ ہو کہ قبلہ مغرب کو ہے یہ مشرق کو مُنہ کرے یا بالعکس، اُس وقت تک استقبال فوت نہ ہوگا، یہاں تک کہ اگر مغربی قبلہ والا جنوب یا شمال کو منہ کرکے کھڑا ہو یعنی کعبہ معظمہ کو ٹھیک دہنی یا بائیں کروٹ پڑے تو جہت ہنوز باقی رہی اور یہ ظاہر الفساد ہے پہلو کرنے کو کوئی مُنہ کرنا نہ کہے گا یہ فَوَلِّ وَجْهَكَ (پس اپنا چہرہ اقدس پھیریے۔ ت) کے عوض وَلِّ جَنْبَكَ (اپنا پہلو مبارک پھیریے۔ ت) رہے گا اور وہ بالاجماع باطل ہے ولہذا اقول ظہیریہ اذا تیامن او تیاسر تجوز[3] (اگر دائیں یا بائیں ہوگیا تو جائز ہے۔ ت) کی تاویل کی طرف دُرمختار میں اشارہ فرمایا ردالمحتار میں اس کی شرح کی:

ای لیس المراد منه ان یجعل الکعبة عن یمینه او یساره اذ لا شك حینئذ فی خروجه عن الجهة بالکلیة بل المراد الانتقال عن عین الکعبة الی الیمین او الیسار[4] اھ ملخصاً۔	یعنی اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ کعبہ کو دائیں یا بائیں کرے کیونکہ اس صورت میں وُہ بلاشک جہتِ کعبہ سے نکل جائے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ عین کعبہ سے دائیں یا بائیں طرف منتقل ہوجائے اھ ملخصاً (ت)

اگرچہ یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ اپنے یہاں کے نقاطِ اربعہ جہاتِ اربعہ کے اعتبار سے اُفقِ بلد کے دو نصف کیے جائیں، قبلہ اگر وہاں سے جنوب یا شمال کو ہے (جیسے مدینہ طیبہ کہ اس کا قبلہ میزابِ رحمت ہے) تو جنوبی شمالی اور اگر مشرق یا مغرب کو ہے (جیسے ہندوستان میں کہ اُس کا قبلہ بابِ کعبہ ومقام ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم ہے) تو شرقی غربی،

---

[1] السنن الکبرٰی	کتاب الصلٰوۃ	مطبوعہ دار صادر بیروت)	۲/ ۹
[2] جامع الترمذی	باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ	مطبوعہ امین کمپنی دہلی	۱/ ۴۶
[3] ردالمحتار	مبحث فی استقبال القبلۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/ ۳۱۵
[4] 〃	〃 〃 〃	〃 〃 〃	۱/ ۳۱۶

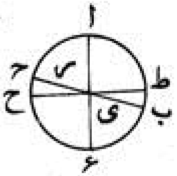

پھر جس نصف میں کعبہ ہے مصلی اس میں کسی طرف منہ کرے استقبال ہو جائے گا اور دوسرے نصف کی طرف منہ کیا تو جہت سے نکل جائے گا یہ پہلے سے بھی زیادہ ظاہر البطلان ہے کہ اس پر استقبال قبلہ میں نماز فاسد اور استدبار قبلہ میں صحیح ٹھہرتی ہے۔ فرض کرو ا ب ح ء شہری کا دائرۂ افق ہے جس میں ا نقطۂ مغرب ء نقطۂ مشرق ہے تو ب ا ح قوس غربی ہوئی م کعبۂ معظمہ اسی نصف میں واقع تو مصلی نقطۂ ط کی طرف منہ کرے تو اس کی توجہ اسی نصف کی طرف واقع ہوئی مگر قطعاً اس کی پشت کعبہ کو ہے اور ح کی طرف استقبال کرے تو نماز نہ ہو کہ نصف بدل گیا حالانکہ وہ قطعاً استقبال میں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ایک خطِ مستقیم موضع مصلی و محلِ کعبہ میں وصل کیا جائے اور دوسرا خط کہ اس پر عمود ہو جانبین میں دائرۂ افق تک ملا دیا جائے اس عمود سے جو افق کے دو نصف ہوئے اُن میں قبلہ اُس حصہ میں ہے جس کے ٹھیک وسط میں کعبہ ہے

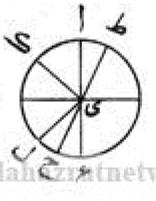

پس صورت مفروضہ میں تصویر سمت یہ ہے خط ی ک خط قبلۂ تحقیقی اور ح ط اُس پر عمود قوس ح ک ط میں قبلہ ہے اس قدر سے وہ استحالے تو اُٹھ گئے مگر ایراد اوّل ہنوز باقی ہے کہ ظاہر ہے نقطتین ح ط کے اندر اندر ساری قوس جہت ہے اور شک نہیں کہ ح ط در کنار ا ل کی طرف منہ کرنا بھی یقیناً تیامن تیاسر ہے نہ استقبال ولہذا علماء نے اسے مشکل جانا اور تاویل و تقلید کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس سے مراد صرف وہ حصۂ قوس ہے جس کی طرف توجہ میں ہوائے کعبہ سے کچھ بھی محاذات و مسامتت باقی ہے اگرچہ تقریباً نہ یہ کہ جس نقطے کو چاہو منہ کرلو۔ منحۃ الخالق میں ہے:

قولہ وفی الفتاوی الانحراف المفسد ان یتجاوز المشارق الی المغارب، کذا نقلہ فی فتح القدیر وھو مشکل فان مقتضاہ ان الانحراف اذا لم یوصلہ الی ھذا القدر لا یفسد[1] الخ۔

اس کا قول فتاوٰی میں ہے کہ مفسدِ نماز وہ انحراف ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو، فتح القدیر میں اسی طرح منقول ہے حالانکہ یہ صورت مشکل ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انحراف اس کو جب تک اس مقدار تک نہ پہنچائے وہ مفسدِ نماز نہ ہوگا الخ (ت)

حلیہ میں فرمایا:

م قبلۃ اھل المشرق المغرب عندنا، ش ھذا فی الذخیرۃ (الی ان قال) ثم

م (متن) اہلِ مشرق کا قبلہ ہمارے نزدیک مغرب ہے ش (شرح) یہ ذخیرہ میں ہے (آگے چل کر کہا) پھر

---

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۰۵/۱

الظاهر ان هذا انما یستقیم فیما اذا کان التوجه من المشرق الی المغرب وبالعکس مسامتا لھواء الکعبة اما تحقیقا او تقریبا علی ما ذکرنا لاعلی ای وجه کان ذلك التوجه من احدی الجھتین الی الاخری فتنبیه له وکان للعلم به لم یفصحوا به[1]

ظاہر یہ ہے یہ اس صورت میں درست ہوگا جب توجہ مشرق سے جانب مغرب یا بالعکس ہوائے کعبہ کی سمت حقیقۃً یا تقریباً باقی رہے جیسے کہ ہم نے ذکر کیا یہ نہیں کہ ہر صورت میں درست ہوگا یعنی جب دونوں جہتوں میں سے ایک کی توجہ دوسری کی طرف ہو۔ یہ اس کے لئے تنبیہ ہے اور گویا اس بات کا علم تھا اس لئے انھوں نے وضاحت نہیں کی۔ (ت)

یُوں ہی ردالمحتار میں اُسے مؤول کیا کما سیأتی وللعبد الضعیف فیه کلام ستعرفه ان شاء اللہ تعالٰی (جیسے کہ عنقریب آئیگا اور عبدِ ضعیف کو اس میں کلام ہے جس سے اِن شاء اللہ تعالٰی آگاہی ہوگی۔ ت)

دوم کہ عامۂ کُتب میں شہرت وافیہ رکھتا ہے کہ اتنا پھر سکتا ہے جس میں مُنہ یعنی وجہ کا کوئی حصہ مقابل کعبہ معظمہ رہے دو مسطح چیزوں میں مقابلہ تھوڑے انحراف سے زائل ہوجاتا ہے مگر قوس کا مقابلہ بے انحراف کثیر زائل نہ ہوگا اور حق جل وعلا نے انسان کا چہرہ مقوس بنایا ہے تو جب تک کوئی حصّۂ رُخ مقابل رہے گا استقبال بالوجہ حاصل رہے گا اور فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (پس اپنا چہرہ اقدس مسجدِ حرام کی طرف پھیر لو۔ ت) کا امتثال ہوجائے گا۔

اقول اُس کی وجہ یہ ہے کہ سطح مستوی پر جتنے خط عمود ہوں گے سب کی سمت ایک ہوگی جب اُن میں ایک مقابلہ سے منحرف ہوا سب منحرف ہوگئے بخلاف قوس کہ اُس کے ہر نقطہ کے خطِ مماس پر نقطۂ تماس سے جو عمود قائم ہوگا جُدا جہت رکھے گا تو اُس کا مقابلہ زائل ہوا دوسرے کا ہوگا اُس کا نہ رہا اور کا ہوگا یہاں تک کہ قوس ختم ہوجائے۔ معراج الدرایہ وفتح القدیر وزاد الفقیر وحلیہ وغنیہ والبحر الرائق وفتاوٰی خیریہ ودرمختار وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

وھذا لفظ الاخیر ثم اعلم انه ذکر فی المعراج عن شیخه ان جھة الکعبة ھی الجانب الذی اذا توجه الیه الانسان یکون مسامتا للکعبة او ھوائھا تحقیقا او تقریبا ومعنی

آخری کتاب کے الفاظ یہ ہیں: پھر جان لے کہ معراج الدرایہ میں اپنے شیخ سے ذکر کیا ہے کہ جہتِ کعبہ سے مراد وہ جانب ہے کہ انسان جب اسکی طرف توجہ کرے تو انسان کا چہرہ کعبہ یا ہوائے کعبہ کی جانب تحقیقاً یا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

التقریب ان یکون منحرفا عنها او عن هوائها بما لا تزول به المقابلة بالکلیة بان یبقی شیئ من سطح الوجه مسامتا لها او لهوائها ملخصا۔

تقریباً باقی رہے۔ تقریب کا معنی یہ ہے کہ کعبہ یا ہوائے کعبہ سے تھوڑا منحرف ہو جس سے بالکلیہ مقابلہ زائل نہ ہو، بایں طور کہ چہرہ کی سطح کعبہ یا ہوائے کعبہ کی سمت باقی رہے ملخصاً

جامع الرموز میں ہے:

لا باس بالانحراف انحرافا لا تزول به المقابلة بالکلیة بان یبقی شیئ من سطح الوجه مسامتا للکعبة۔[2]

ایسے انحراف میں کوئی حرج نہیں جس سے تقابل بالکلیہ ختم نہ ہو بایں طور کہ سطح چہرہ کا کچھ حصہ کعبہ کی جانب باقی رہے۔ (ت)

درر میں ہے:

فیعلم منه انه لو انحرف عن العین انحرافا لا یزول به المقابلة بالکلیة جاز، یؤیده ما قال فی الظهیریة اذا تیامن او تیاسر یجوز لان وجه الانسان مقوس فعند التیامن او التیاسر یکون احد جوانبه الی القبلة۔[3]

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ عین کعبہ سے اتنا تھوڑا منحرف ہو جس سے بالکلیہ مقابلہ ختم نہ ہوتا ہو تو نماز جائز ہو، ظہیریہ کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے، جب انسان متیامن متیاسر ہوگیا تو نماز جائز ہے کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح گول ہے تھوڑا سا دائیں بائیں ہٹنے سے اس کی کوئی ایک جانب قبلہ رُخ باقی رہے گی (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فعلم ان الانحراف الیسیر لا یضر وهو الذی یبقی معه الوجه او شیئ من جوانبه مسامتا لعین الکعبة او لهوائها بان یخرج الخط من الوجه او من بعض جوانبه ویمر علی الکعبة او هوائها مستقیما ولا یلزم ان یکون الخط الخارج علی استقامة خارجا من

تو اس سے معلوم ہُوا کہ تھوڑا انحراف نقصان دہ نہیں وہ تھوڑا انحراف یہ ہے کہ چہرہ یا چہرہ کی کوئی ایک جانب عین کعبہ یا ہوائے کعبہ کے مقابل باقی رہے بایں طور کہ چہرے یا اس کی کسی ایک جانب سے نکلنے والا خط کعبہ یا ہوائے کعبہ کی طرف مستقیم (سیدھا) ہو کر گزرے یہ ضروری نہیں کہ نکلنے والا خط سیدھا

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

[2] جامع الرموز باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[3] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰۃ مطبع احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ بیروت ۱/۶۰

جهة المصلي بل منها او من جوانبها كما دل عليه قول الدرر من جبين المصلي فان الجبين طرف الجبهة وهما جبينان وعلى ما قررناه يحمل ما في الفتح والبحر عن الفتاوى من ان الانحراف المفسد ان يجاوز المشارق الى المغارب[1]۔

نمازی کی پیشانی سے خارج ہو بلکہ پیشانی یا پیشانی کے کسی ایک حصہ سے خارج ہو جیسے کہ اس پر درر کے یہ الفاظ دال ہیں، وہ خط نمازی کے جبین سے خارج ہو، کیونکہ جبین پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں اور اس کے دونوں طرف دو جبینیں ہوئے۔ یہ جو ہم نے گفتگو کی ہے اسی پر اس کو محمول کیا جائے جو فتح القدیر اور بحرِ رائق میں فتاوٰی سے منقول ہے، یعنی مفسدِ نماز وہ انحراف ہے جس سے مشارق مغارب بدل جائیں (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) تمام کتب مذکورہ میں شیئ من سطح الوجہ (سطحِ چہرہ کا کچھ حصہ۔ ت) کا لفظ ہے اور ہمارے مذہب میں ایک کان سے دوسرے تک سب سطحِ وجہ ہے و لہذا مابین العذار والاذن (رخسار اور کان کا درمیانی حصہ۔ ت) کا دھونا بھی وضو میں فرض ہُوا اور قطعاً معلوم ہے کہ جب کوئی کسی نقطۂ افق کی محاذات پر کھڑا ہو تو اس کی سطحِ وجہ کی محاذات نصف دائرۂ افق کو گھیرے گی تو ربع دور تک پھرنا روا ہوگا اور ٹھیک جنوب یا شمال کو مُنہ کئے سے مستقبل کعبہ قرار پائے گا کہ کان سے متصل جو سطحِ وجہ یعنی کنپٹی کا حصہ ہے ضرور محاذی کعبہ ہے حالانکہ وہ بداہۃً متیامن یا متیاسر نہ کہ مستقبل تو اس قول کے ظاہر پر بھی وہی استبعادِ شدید لازم جو عبارت اولٰی پر تھا اور حلیہ و ردالمحتار کے اول کو اس دوم کے ساتھ تاویل کرنا

حيث قال في الحلية او تقريبا على ما ذكرناه وما ذكر هو هذا القول الثاني من بقاء شيئ من سطح الوجه مسامتا وسمعت آنفا قول الشامي۔

جہاں حلیہ میں کہا: یا وہ تقریباً محاذی ہو جیسے کہ ہم ذکر کر آئے اور جو انھوں نے ذکر کیا وہ قولِ ثانی یہی ہے کہ سطحِ وجہ کا کوئی حصہ سمتِ کعبہ میں باقی رہے۔ اور شامی کا قول ابھی آپ نے سُنا۔ (ت)

اصلاً نافع نہ ہُوا کہ یہ کلام بھی اپنے ظاہر پر اُتنا ہی وسیع ہے جتنا قولِ اول تھا اور یہ زنہار نہ قابلِ اعتبار نہ مرادِ علما ہونے کا سزاوار، مثلاً جہاں کعبہ خاص سمت قبلہ مغرب ہو اگر کوئی شخص ٹھیک نقطہ جنوب وشمال کو مُنہ کرے یا نہ سہی بلکہ دو تین درجے مغرب کو پھرا ہی مانیے کہ مسافات بعیدہ میں اتنا انحراف فرق محسوس نہیں دیتا تو یقیناً یہی کہا جائے گا کہ اُس کا منہ جنوب یا شمال کو ہے نہ کہ کعبۂ معظمہ کو، حالانکہ اُس کی سطح کی وجہ سے بعض جُز بلاشبہہ مسامت کعبہ ہے

نعم رأيت الفاضل عبد الحليم الرومي من

ہاں میں نے دورِ عثمانی کے عُلماء میں سے عبدالحلیم رومی

---

[1] ردالمحتار مبحث في استقبال القبلة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

علماء الدولة العثمانية ذكر فی حاشيته علی الدرر تقييد عبارتها حيث قال **قوله** يكون احد جوانبه الی القبلة لا يريد به زوال الطرف الاخر عن المقابلة بالكلية كما ظن بل المراد مقابلة طرف بكله مقابلة شئ من سطح الاخر مسامتا كما هو المفهوم من المنبع[1] اھ **اقول** لم يذكر عبارة المنبع حتی ينظر فيها وهو مع مخالفته لظاهر الدرر لا يلائمه نص عامة الكتب المذكورة من الاجتزاء ببقاء شئ من سطح الوجه مسامتا فانه صريح فی عدم الحاجة الی مسامتة ما فی الباقی اصلا بل **اقول** لعلك ان امنعت النظر لم تره يرجع الی صحة فان المسامتة لا بد لها من مقابلة حقيقية فی الحقيقية لوسط الجبهة و فی التقريبية شئ من الاطراف اما اذا فاتت مقابلة الحقيقية اصلا فلا مسامتة فلا استقبال فلا صلوٰة والمقابلة انما تكون باتصال الخط قوائم الا تری ا ح ۃ ان سطح ا يقابل ب و ح يواجه ء اماه فلا يسامت ر لعدم الاتصال علی قوائم

کو دیکھا جنھوں نے دُرر پر اپنے حاشیہ میں ان کی عبارت کو مقید ذکر کیا ان کی عبارت یہ ہے **قولہ** یکون احد جوانبہ الی القبلۃ (کوئی ایک قبلہ کی طرف ہو) اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ دوسری جانب بالکل مسامتت قبلہ سے ختم ہوجائے جیسا کہ گمان کیا گیا ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک طرف کلیۃً محاذی ہو اور دوسری کی سطح کا کچھ مسامت رہے جیسا کہ مَنبع سے یہی مفہوم ہوا ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) انہوں نے مَنبع کی عبارت ذکر نہیں کی تاکہ اس پر غور کیا جاسکے اور ان کا یہ قول ظاہرِ دُرر کے مخالف ہے اور اس سے مناسبت بھی نہیں کھاتا نیز عامہ کتب مذکورہ کے نصوص کے بھی خلاف ہے کیونکہ کتب مذکورہ نے سطحِ وجہ کے کسی حصّہ کے سمتِ قبلہ میں ہونے کو کافی قرار دیا ہے یہ اس بات کی صراحت ہے کہ باقی حصّہ کا مسامت و محاذی ہونا قطعاً ضروری نہیں۔ بل **اقول** (بلکہ میں کہتا ہوں) اگر تو غور و فکر کرے تو تُو اس قول کو صحیح نہیں پائے گا کیونکہ مسامتت حقیقی کے لئے حقیقۃً وسطِ پیشانی کا مقابل ہونا ضروری ہے اور مسامتت تقریبی کے لئے چہرے کی کسی ایک طرف کا متقابل ہونا کافی ہے۔ پس جب مقابلہ حقیقی اصلاً ختم ہوگیا تو اب نہ مسامتت رہی نہ استقبالِ قبلہ رہا نہ نماز درست ہوگی۔ اور مقابلہ قائموں پر خط کے اتصال سے بنتا ہے۔ آپ نہیں دیکھتے ا ح ہ میں کہ سطح ا مقابل ہے ب کے اور ح ء کے مواجہ ہے لیکن ہ ب ء ح کے قائموں پر عدمِ اتصال کی وجہ سے ر کے

---

[1] حاشیۃ الدرر علی غرر الاحکام الدرر، باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/ ۵۲

بَ ءَ ىَ وهولايكون لمقوس قط مع مسطح الامن نقطة واحدة تحقيقا وبعض نقاط مجاورة اخرى تقريبا۔

مسامت نہیں ہے اور یہ بات مسطح کے ہوتے ہوئے مقوس میں قطعاً نہیں ہوگی مگر نقطہ واحدہ سے تحقیقاً اور بعض دوسرے نقاطِ متصلہ سے تقریباً۔

فاوّلاً لاامکان لمقابلة طرف بکله الامجازا۔

پس **اوّلاً** تو یہ ہے کہ ایک طرف کا مقابلہ کُلی طور پر ممکن ہی نہیں البتہ مجازاً ہوسکتا ہے۔

وثانیاً اذ تقابل طرف من قوس مسطحا استحال ان یقابله شیئ من طرفها الآخر لما قدمنا ان الاعمدة الخارجة من مماسات القوس لایکون اثنان منها الی جهة واحدة قط الم تعلم ان تلك الاعمدة کلها هی الخطوط الخارجة من المرکز الی نقاط القوس او علی سموتها وکلها تلتقی علی المرکز فان اتصل اثنان منها بمقابل کالکعبة او الخط المار بها عرضا الی الافق و احدث کل علیه قائمتین ووصلنا بینهما اجتمع فی مثلث قائمتان وهو محال فتبصر۔

وثانیاً جب ایک طرف قوس مسطح کے مقابل ہو تو اس کی دوسری طرف کے کسی حصّے کا اس کے مقابل ہونا محال ہے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے کہ مماساتِ قوس سے جو نکلنے والے خارجی عمود ہیں ان میں سے فقط دو جہتِ واحدہ کی طرف متصل نہ ہوں گے، آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ تمام کے تمام عمود مرکز سے نقاطِ قوس کی طرف یا ان کی سمتوں پر نکلنے والے خطوط ہی ہیں اور تمام کے تمام مرکز پر مل رہے ہیں، ان میں سے اگر دو مقابل کے ساتھ متصل ہوجائیں جیسے کعبہ یا وُہ خط جو کعبہ کے ساتھ عرضاً افق کی طرف گزر رہا ہے اور ہر ایک اس پر دو قائمے پیدا کردے اور ہم ان کے درمیان اتصال کردیں تو ایک مثلث میں دو قائموں کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ محال ہے پس تدبّر کرو۔ (ت)

سوم وسط راس مقابل ہر دو چشم سے ایک زاویہ بناتے آنکھوں پر گزرتے دو خط نکلیں یہ جہاں تک پھیلیں کعبہ جب تک ان کے اندر رہے جہت باقی ہے اور دونوں سے باہر واقع ہو تو نہیں۔ یہ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی پھر علامہ تفتازانی نے شرح کشاف پھر علامہ مولٰی خسرو نے درر میں افادہ فرمایا ان دونوں نے اُس زاویہ کی مقدار نہ بتائی جو وسطِ سر میں التقائے خطین سے بنے گا اور امام حجۃ الاسلام نے تصریح فرمائی کہ قائمہ ہو، درر میں اصابت جہت کی ایک وجہ بیان کرکے فرمایا:

اونقول هو ان تقع الکعبة فیما بین خطین یلتقیان فی الدماغ

یا ہم کہتے ہیں جہتِ قبلہ یہ ہے کہ کعبہ واقع ہو درمیان ان دو خطوں کے جو وسط راس (دماغ) میں ملتے ہوئے

فیخرجان الی العینین کساقی مثلث کذا قال النحریر التفتازانی فی شرح الکشاف[1]

شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے :

معنی التوجہ الی جہۃ الکعبۃ ھو ان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین ویلتقیان فاھما داخل الراس بین العینین علی زاویۃ قائمۃ کذا ذکرہ الامام الغزالی فی الاحیاء ثم قال البرجندی فعلی ھذا لو وصل الخط الخارج من العینین الی جدار الکعبۃ یقع علی حادۃ او منفرجۃ لم یکن مقابلا للکعبۃ وھو لا یخلو عن بعد اھ[2]

اقول ھذا عجیب من مثل ذلک الجھبذ المبرز فی الفنون الھندسیۃ۔

فاولاً انما قال الامام ان تقع الکعبۃ بین الخطین لا ان یصل شیئ منھما الی جدار الکعبۃ۔

وثانیاً انما قال یلتقیان بین العینین علی قائمۃ لا علی ان یتصل احدھما بالکعبۃ فیحدث ھنالک قائمتین ولذلک افرد

دونوں آنکھوں پر گزریں جیسے مثلث کی دو ساقیں ہوتی ہیں، اسی طرح علامہ تفتازانی نے شرح کشاف میں بیان کیا ہے۔ (ت)

جہتِ کعبہ کی طرف توجہ (منہ) کرنے کا معنٰی یہ ہے کہ کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں سے نکلیں اور جہاں ان کی دونوں طرفیں وسطِ رأس میں دونوں آنکھوں کے درمیان زاویہ قائمہ پر ملاقی ہوں۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اسے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ پھر علامہ برجندی نے کہا اس بنا پر اگر آنکھوں سے نکلنے والا خط کعبہ کی دیوار کی جانب ملے گا تو زاویہ حادہ یا زاویہ منفرجہ پر واقع ہوگا تو یہ کعبہ کے مقابل نہ ہوگا اور وہ بعد سے خالی نہیں اھ

اقول (میں کہتا ہوں) فنونِ ہندسہ کے ایسے عظیم اور ماہر شخص سے ایسا قول بڑا تعجب خیز ہے۔

فاولاً اس لیے کہ امام غزالی نے صرف یہ کہا کہ کعبہ دو خطوں کے درمیان واقع ہو، یہ نہیں کہا کہ آنکھوں سے نکلنے والا خط دیوارِ کعبہ سے متصل ہو۔

ثانیاً اس لئے کہ انھوں نے یہ کہا کہ دونوں خطوں کا اتصال دونوں آنکھوں کے درمیان زاویۂ قائمہ پر ہو، یہ نہیں کہا کہ ان میں سے ایک کا اتصال کعبہ کے ساتھ ہو کہ پھر وہاں سے دو زاویے قائمے

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام باب شروط الصلٰوۃ مطبعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/ ۶۰

[2] شرح النقایۃ للبرجندی " " " " نولکشور لکھنؤ ۱/ ۸۹

القائمة ۔

اقول وبما قررنا ظهر قلق ما قال الفاضل الحلیمی افندی فی حاشیته الدرر ان حاصله ان تقع الکعبة بین خطین یخرجان من العینین وان کان احد الخطین طویلا کما هو المشاهد عند انحراف التوجه[1] اھ فان الخطین یمتدان الی الافق فلا مساغ ثمه لطول وقصر ولا داعی الی قطعهما علی حد وانما النظر الی الفضاء الحاصل بینهما ان تقع الکعبة فیه ۔

پیدا ہوئی اسی وجہ سے "قائمہ" بطور مفرد ذکر کیا۔

اقول (میں کہتا ہُوں) ہماری اس تقریر سے وُہ اضطراب اور پیچیدگی بھی ظاہر ہوگئی جو کہ فاضل حلیمی آفندی نے اپنے حاشیۂ درر میں پیدا کی ہے انھوں نے کہا: اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں سے نکلتے ہوں اگرچہ ان دو خطوں میں ایک طویل ہو جیسا کہ انحرافِ توجہ کے وقت مشاہدہ میں آتا ہے[1]۔ کیونکہ دونوں خط جب اُفق کی طرف ممتد ہوتے ہیں تو وہاں نہ طول وقصر رہتا ہے اور نہ ہی کسی حد پر دونوں کے قطع کا کوئی داعی ملتا ہے اس صورت میں ان دونوں کے درمیان حاصل ہونے والی فضاء میں نظر اس طرح ہوتی ہے گویا کعبہ اسی فضاء میں واقع ہے۔ (ت)

اقول اس قول پر یہ خط جو وسطِ دماغ محاذی عینین سے زاویۂ قائمہ بناتے نکلے ان کے اندر کعبہ کسی طرح واقع ہونا مطلقاً حصولِ جہت کو کافی ہے اگرچہ ایک خط کعبہ سے ملا ہوا گزرے اب اگر یہاں یہ معنی لئے جائیں کہ یہ دونوں خط جہاں تک پھیلیں ان کے اندر اندر جو کچھ ہے جہتِ کعبہ ہے اس کی طرف توجہ توجہ بجہت کعبہ ہے جیسا کہ احیاء امام حجۃ الاسلام سے نقل کیا گیا ولم ارہ فیه ولا فی شرحه اتحاف السادة فی کتاب اسرار الصلاة (حالانکہ یہ بات مجھے احیاء العلوم اور اس کی شرح اتحاف السادہ کی کتاب اسرار الصلاۃ میں نہیں ملی۔ت) کہ ان دونوں خطوں کا بیان کرکے فرمایا فما یقع بین الخطین الخارجین من العینین فهو داخل فی الجهة (پس جو دونوں آنکھوں سے نکلنے والے خطوط کے درمیان واقع ہوگا وہ جہتِ قبلہ میں داخل ہے۔ت) تو اس تقدیر پر یہ قول بھی مثل دو قول پیشیں اُتنی ہی وُسعتِ بعیدہ رکھے گا کہ جب زاویہ قائمہ ہے اور اُس کے

---

[1] حاشیۃ الدرر علی الغرر للفاضل الحلیمی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲

ایک خط سے کعبہ متصل ہوسکتا ہے تو دونوں طرف تقریباً نوّے ۹۰ درجے انحراف جائز ہُوا اور وہی ایک خفیف ناقابل احساس مقدار کم ایک سو اسّی ۱۸۰ درجے تک جہت پھیل گئی اور وہی مخالفت نص و اجماع لازم آئی یہ لاجرم مراد ہے کہ وقت نماز جب تک کعبہ معظمہ ان دونوں خطوں کے اندر ہے وہاں تک انحراف میں جہت باقی ہے تو یہ نہ ہوگا مگر عین کعبہ سے دونوں طرف ۴۵ - ۴۵ درجے انحراف تک کہ ٹھیک جہت توجہ کا خط اس زاویہ قائمہ کی تنصیف کرتا ہے تو اگر نصف قائمہ سے زیادہ انحراف ہوا کعبہ دونوں خطوں سے باہر ہوجائے گا کمالایخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت) بالجملہ حاصل یہ کہ آدمی ٹھیک محاذی کعبہ کھڑا ہو اُس وقت جو یہ خطوط نکل کر پھیلیں اُن کے اندر اندر دونوں طرف کو انحراف روا ہے اب یہ عبارت آئندہ پنجم کی طرف راجع ہوجائے گا اور طرفین میں پینتالیس ۴۵ پینتالیس ۴۵ درجے تک انحراف جائز ہوگا اور یہ صاف وصحیح بے غبار ہے۔

چہارم کہ نہایت تحقیق طلب ہے،

قال فی الدرر جہتہا ان یصل الخط الخارج من جبین المصلی الی الخط المار بالکعبۃ علی استقامۃ بحیث یحصل قائمتان[1] اھ وھذا ھو الوجہ الاول واختلف الانظار فی محلہ فحملہ العلامۃ الشامی فی ردالمحتار علی بیان المسامتۃ الحقیقیۃ حیث ذکر اولا عن المعراج عن شیخہ ان معنی التحقیق انہ لوفرض خط من تلقاء وجہہ علی زاویۃ قائمۃ الی الافق یکون مارا علی الکعبۃ اوھوانہا[2] اھ ثم نقل کلام الدرر ثم قال قولہ فی الدرر علی استقامۃ متعلق بقولہ یصل لانہ لووصل الیہ معوجا لم تحصل قائمتان بل تکون احدھما حادۃ والاخری منفرجۃ کما بینا ثم ان الطریقۃ

دُرر میں کہا ہے کہ کعبہ کی جہت یہ ہے کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے سیدھا اس طرح ملے کہ اس سے دو زاویے قائمے حاصل ہوجائیں[1] اھ اور یہ وہ پہلی وجہ ہے۔ اور اس کے محل میں اختلاف ہے علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کو حقیقی سمت پر محمول کیا ہے، جہاں اس نے اوّلاً معراج کے حوالے سے ان کے شیخ سے ذکر کیا ہے کہ تحقیق کا معنٰی یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی طرف زاویہ قائمہ پر سیدھا خط اُفق کی طرف فرض کیا جائے تو وہ خط کعبہ یا ہوائے کعبہ پر سے گزرے[2] اھ۔ پھر علامہ شامی نے دُرر کا کلام نقل کرتے ہُوئے کہا کہ دُرر کا قول "علی استقامۃ" کا تعلق اس کے قول "یصل" سے متعلق ہے اس لئے کہ اگر وہ خط ٹیڑھا ہو کر کعبے کو ملے تو پھر "قائمتین" (دو قائمے) حاصل نہ ہوں گے بلکہ ان میں سے ایک حادہ اور دوسرا منفرجہ ہوگا

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام " " " احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/۶۰

[2] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

التی فی المعراج ھی الطریقۃ الاولی التی فی الدرر الا انہ فی المعراج جعل الخط الثانی مارا علی المصلی علی ما ھو المتبادر من عبارتہ وفی الدرر جعلہ مارا علی الکعبۃ[1] اھ ثم صور الذی فی المعراج ھکذا:

جیسے ہم بیان کر آئے، پھر معراج والا طریقہ یہ دُرر میں ذکر کردہ پہلا ہی طریقہ ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ معراج میں دوسرے خط کو نمازی پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے جیسا کہ اس کی عبارت سے سمجھا جارہا ہے۔ اور دُرر میں اس کو کعبہ پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے اھ۔ اس کے بعد علامہ شامی نے (دونوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے) ایک معراج والی اور دوسری دُرر والی تصویر بنائی: (ت)

ثم صوّر الذی فی المعراج ھکذا

(معراج والی صورت)

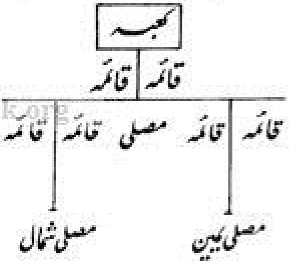

و الذی فی الدرر من الوجہ الاول ھکذا

(دُرر کی پہلی وجہ والی صورت)

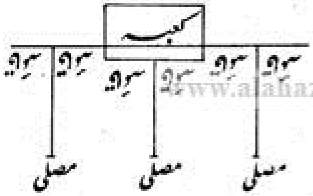

قلت وقد یؤید ھذا الحمل ان اصل الکلام للامام حجۃ الاسلام و ھو کما فی شرح النقایۃ ھکذا معنی التوجہ الی عین الکعبۃ ھو ان یقف المصلی بحیث لو خرج خط مستقیم من عینیہ بحیث یتساوی بعدہ عن العینین الی جدار الکعبۃ تحصل من جانبیہ زاویتان متساویتان[2] اھ

میں کہتا ہوں علامہ شامی کے اس حقیقی سمت پر حمل کی تائید یُوں ہوتی ہے کہ امام حجۃ الاسلام کی اصل کلام جو کہ شرح النقایہ میں ہے یُوں ہے کہ عینِ کعبہ کی طرف توجہ کا معنٰی یہ ہے کہ نمازی یوں کھڑا ہو کہ اگر اسکی دونوں آنکھوں سے ایک سیدھا خط اس طرح نکلے کہ جس کا بعد دونوں آنکھوں سے دیوارِ کعبہ تک اس طرح متساوی ہو کہ نمازی کی دونوں جانب دو متساوی زاویے بن جائیں اھ، اس کے بعد انھوں نے جہتِ کعبہ کی

---

[1] رد المحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

[2] شرح النقایۃ للبرجندی باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۸۸

ثم ذکر معنى التوجه الى الجهة بما قدمنا فى القول الثالث۔

اقول اوّلاً لکن یلزم العلامة المحشی بهذا الحمل حمل الجبین فى عبارة الدرر على الجبهة ولا غرو ففى تاج العروس عن شیخه قد ورد الجبین بمعنى الجبهة لعلاقة المجاورة فى قول زهیر کما صرحوا به فى شرح دیوانه[1] ثم ذکر شعرا مثله للمتنبی لکن العلامة المحشی رحمه الله تعالٰى قد استدل بوقوع لفظ الجبین فى عبارة الدرر على انه لا یلزم خروج الخط من وسط الجبهة فان الجبین طرفها وهما جبینان کما تقدم فیکون هذا مناقضا لذلك۔

طرف توجہ کا معنی وہی ذکر کیا ہے جو ہم قولِ ثالث میں ذکر کر آئے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) اوّلاً لیکن علامہ محشی کے اس حمل میں درر کی عبارت میں جبین کو الجبهة (پیشانی) کے معنیٰ میں لینا لازم ہوگا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ تاج العروس والے نے اپنے شیخ کے حوالے سے کہا ہے کہ جبین پیشانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں قریب کا تعلق ہے زہیر کے قول میں یہ استعمال پایا گیا ہے جیسا کہ زہیر کے دیوان کے شارحین نے تصریح کی ہے پھر ایسا ہی ایک شعر متنبی کا انھوں نے ذکر کیا۔ لیکن علامہ محشی نے دُرر کی عبارت میں جبین کا حقیقی معنیٰ مراد لیتے ہوئے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ لفظ جبین سے ثابت ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ خط نمازی کی پیشانی کے وسط سے نکلے کیونکہ جبین، پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں، اور اس کے دونوں طرف دو جبینیں ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، لہذا علامہ کی یہ استدلال والی عبارت جبین کو پیشانی کے معنی میں لینے والی عبارت کے مناقض ہے۔

واقول ثانیا زاد فى التصویرین مصلیین عن یمین وشمال غیر محاذیین للجدار الذی بازائه المصلی الوسطانی واقام اعمدتهما فى التصویر الاول على المار بذاك المصلی عرضا

اقول، ثانیاً مذکورہ دونوں تصویروں میں کعبہ کی دیوار کے متوازی درمیانے نمازی کے دائیں اور بائیں مزید دو نمازی رکھے گئے ہیں جو اس دیوارِ کعبہ کے متوازی نہیں ہیں، اور پہلی تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے خطوط کو درمیانے نمازی پر سے عرض میں گزرنے والے خط

---

[1] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الجیم من باب النون مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔ ۹/۱۵۹

ولا شك انهما لا ينتهيان الى الكعبة بل يتزوران عنها ذات اليمين وذات الشمال كما صور وانما كان شرط في المعراج ان يمر الخط بالكعبة ، و في التصوير الثاني اقامهما على الخط المار في امتداده بالكعبة غير واقعين على نفس البيت بل متزاورين عنها كما مر ولم يرد الدرر خطا يمر على الكعبة ممتدا عن جنبيها الى الافق انما اراد خطا مقتصرا عليها ليقع مرور خط الجبين على نفس الكعبة كما في المعراج والا كيف تكون مسامتة حقيقية مع كون المصلي بمعزل عن محاذاتها فهذان المصليان لا مدخل لهما في تصوير الحقيقية وكانه رحمه الله تعالى اراد ان يزيد مع تصوير الحقيقية تصوير التقريبية وقد كان سهلا علينا ان نفرض المصلين المزيدين منتقلين بعدة فراسخ بحيث لا تزول المقابلة لكنه رحمه الله تعالى سبق الى خاطره ان الشرط في التقريب ان يقف المصلي على ذلك الخط المار عرضا بالمصلي الوسطاني او نقول يقوم بحذاء ذلك الخط العرضي المار في امتداده بالكعبة بحيث يكون خط جبهته عمودا على

پر ملایا جبکہ یقیناً یہ دونوں خطوط کعبہ کے متوازی نہیں ہوتے بلکہ کعبہ سے دائیں اور بائیں گرتے ہیں جیسا کہ تصویر سے واضح ہے (حالانکہ یہ تصویر معراج والی ہے) جبکہ معراج میں خط کا کعبہ پر واقع ہونا شرط قرار دیا گیا ہے، اور دوسری تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے خطوط کو کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے ملایا جو عین کعبہ پر نہیں بلکہ کعبہ سے دائیں اور بائیں گزر جاتے ہیں جیسا کہ گزرا حالانکہ دُرر نے کعبہ سے گزر کر اس کے دونوں جانب سے اُفق کی طرف نکل جانے والے خط کو ذکر نہیں کیا اس نے صرف وہ خط مراد لیا ہے جو کعبہ پر ختم ہو تاکہ نمازی کی جبین سے نکلنے والے خط کا گزر نفس کعبہ پر واقع ہو جیسا کہ معراج میں ہے، ورنہ نمازی کے متوازی نہ ہونے کے باوجود حقیقی سمت کیسے ہو سکتی ہے، پس معلوم ہوا کہ دائیں اور بائیں جانب والے دونوں نمازیوں کا حقیقی سمت کی تصویر میں کوئی دخل نہیں، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ گویا محشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمت حقیقی کے ساتھ ساتھ قریبی سمت کی تصویر بھی زائد بنائی ہے (قریبی سمت بنانے کے لئے) ہمیں یہ کہہ دینا آسان تھا کہ (حقیقی سمت والے نمازی) کے علاوہ ہم دو نمازی اس سے چند فرسخ کے فاصلہ پر اس طرح فرض کر لیں کہ کعبہ سے ان کا تقابل زائل نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے محشی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں یہ بات آئی کہ قریبی سمت کے لئے یہ شرط ہے کہ درمیانے حقیقی سمت والے نمازی پر عرض میں گزرنے والے خط پر کوئی نمازی کھڑا ہو یا یوں کہیں کہ کعبہ پر سے گزرنے والے عرضی خط کے متوازی یوں کھڑا ہو کہ اس کی

احدهما ای فی التصویر وعلیهما جمیعا فی التقدیر وبعد تحقق هذا الشرط لاتقدیر بمسافة فلیحفظا جهتهما وینتقلا ما بدا لهما فاذن یکون الخط القائم علیه او الیه المصلیان غیر محدود علی ما زعم کما یاتی تنصیصه وهاتان زلتان عظیمتان یجب التنبه لهما فان الامر دین وحاش لله لا یزری بالعلماء وقوع بعض زلات من اقلامهم لاسیما مثل هذا المحقق الذی استنار مشارق الارض ومغاربها بنور تحقیقاته السنیة وتطفل الوف مثلی علی موائد عوائد فوائده الهنیئة جزاه الله تعالٰی جزاء العز والاکرام جمع بیننا وبینه فی دار السلام بفضل رحمته به وبسائر العلماء الکرام علی سیدهم ومولاهم وعلیهم وعلیه وعلینا الصلوٰة والسلام اٰمین اٰمین یا بدیع السمٰوات والارض یا ذا الجلال والاکرام فانا اذکر فی سیاق ذلک ما عرض للمحشین من الوهم والایهام فی فهم کلام المدقق العلائی العلام لیتضح

پیشانی سے نکلنے والا خط عمود بنے خواہ نمازی یا کعبہ پر سے گزرنے والے ایک خط پر یعنی تصویر میں بنے، یا ان دونوں پر عمود بنے فرضی طور پر، اس شرط کے پائے جانے کے بعد مسافت فرض کرنے کی ضرورت نہیں، وہ دونوں نمازی اپنی جہت کو محفوظ رکھیں اور بس، دائیں یا بائیں جتنا چاہیں وہ منتقل ہوجائیں، اور جس پر خط قائم ہے یا جس خط کی طرف دونوں نمازی متوجہ ہیں اس کی محشی رحمہ اللہ کے خیال میں کوئی حد نہیں (بشرطیکہ وہ ان خطوط پر قائم رہیں) جیسا کہ خود ان کی نص اس پر آئے گی، حالانکہ (قریبی سمت کی بیان کردہ شرط اور اس کے بعد مذکورہ خطوط کی مسافت کو غیر محدود رکھ کر دونوں نمازیوں کا ان خطوط پر حسب خواہش منتقل ہونا) یہ دونوں عظیم غلطیاں ہیں ان پر تنبیہ ضروری ہے کیونکہ دینی معاملہ ہے، حاش للہ! علماء کو ان کے قلموں کی غلطیاں زیب نہیں دیتیں، خصوصاً یہ محقق جس کی قیمتی تحقیقات کے نور سے زمین کے مشرق و مغرب منور ہو رہے ہیں اور مجھ جیسے ہزاروں لوگ اس کے بے مثل اور اہم فوائد کے دسترخواں کے خوشہ چین ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو عزت و اکرام کی جزا عطا فرمائے، ہمیں اور اسے جنت میں جمع فرمائے اپنی رحمت کے فضل سے جو ان پر اور تمام علمائے کرام پر ہو، اور ان سب کے مولیٰ و آقا پر اور ان پر اور ہم پر رحمت و سلام ہو، آمین آمین! اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے! یا ذا الجلال والاکرام! میں تو اس بیان کے سیاق میں علامہ علائی کے کلام کو سمجھنے میں حاشیہ لکھنے والوں کو جو وہم اور ابہام واقع ہوا ہے کو ذکر کروں گا تاکہ مقصود واضح

المرام وینجلی بدر السداد من تحت الغمام **فاعلم** ان الجہبذ المدقق الذی قلما اکتحل عین الزمان بمثلہ فی الاخیرین اعنی العلامۃ علاء الدین محمد الحصکفی عاملہ اللّٰہ تعالٰی بلطفہ الوفی اثر ھھنا عن المنح کلاما قصر مبناہ واستتر معناہ فقال اصابۃ جہتہا بان یبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ اولھوائھا بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اٰخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منح قلت فھذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر فتبصر اھ[1]۔

اقول اراد العلامۃ الغزی من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی ای بلد کان فعبر ھذا التنکیر بتنکیر بعض ولو قال کقول المعراج فی ھذا البلد ای البلد والمطلوب الجہۃ لکان اولی، قال العلامۃ السید احمد المصری الطحطاوی فی حاشیتہ **قولہ**

ہوسکے اور بادل کے نیچے سے درستگی کا روشن چاند نمودار ہوسکے۔ واضح ہو کہ وہ ماہر، مدقق جن کی مثل متاخرین میں زمانے نے نہ پائی، میری مراد علامہ علاء الدین محمد حصکفی ہیں، اُن سے اللہ تعالٰی اپنے کامل لطف وکرم کا معاملہ فرمائے، نے یہاں پر منح سے ایک ایسی کلام نقل کی جو مختصر ہے اور اس کا معنی مخفی ہے۔ پس کہا کہ جہتِ کعبہ کو پانے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی سطح کا کوئی حصہ کعبہ یا اس کی فضاء کی سمت میں اس طرح ہوجائے کہ کعبہ کا حقیقی استقبال کرنے والے کے چہرہ سے ایک سیدھا خط زاویہ قائمہ پر سے افق کی طرف اس طرح نکلے کہ بعض بلاد میں وہ کعبہ پر سے گزرے اور ایک دوسرا خط اس طرح فرض کیا جائے جو پہلے خط کو قطع کرتے ہوئے دو زاویے قائمے دائیں اور بائیں طرف بنائے، منح۔ میں کہتا ہوں کہ دُرر میں مذکور التیامن والتیاسر کا یہی معنی ہے غور کر، اھ

اقول (میں کہتا ہوں) علامہ غزی نے (اپنی عبارت) "من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد" میں "بعض البلاد" سے کوئی بھی بلد ہو، مراد لیا ہے اور اس تنکیر کو لفظ "بعض کی تنکیر" سے تعبیر کیا ہے، اور اگر معراج کے قول کی طرح یہ بھی "ھذا البلد" کہہ کر وہ علاقہ مراد لیتے جس کی جہت مطلوب ہوتی تو بہتر ہوتا۔ علامہ سید احمد مصری الطحطاوی نے (علامہ الحصکفی کی عبارت کی) تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اس کا

---

[1] درمختار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۸

منح اختصر عبارتها، وھی فلو فرض خط من تلقاء وجه المستقبل للكعبة على التحقيق فی بعض البلاد وخط اٰخر يقطعه على زاويتين قائمتين من جانب يمين المستقبل وشماله لا تزول تلك المقابلة بالانتقال الى اليمين والشمال على ذلك الخط بفراسخ كثيرة ولهذا وضع العلماء قبلة بلد وبلدين وبلاد على سمت واحد اھ (قوله قلت فهذا معنى الخ) ليس كما فهمه فان المتيامن والمتياسر فی عبارته هو الخط وفی عبارة الدرر الشخص[1] الخ وعزاه للعلامة السيد ابراهيم الحلبی محشی الدرر، وقال السيد العلامة محمد الشامی فيه ان عبارة المنح هی حاصل ما قدمناه عن المعراج وليس فيها قوله مار على الكعبة بل هو المذكور فی صورة الدرر ويمكن ان يراد انه مار عليها طولا لا عرضا، فيكون هو الخط الخارج من جبين المصلی والخط الاٰخر الذی يقطعه هو المار عرضا على المصلی او على الكعبة

قولِ "منح" علامہ نے منح کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ عبارت مفصّل ہے جس کو علامہ حصکفی نے مختصر کرکے لکھا ہے اس کی عبارت یُوں ہے بعض بلاد میں کعبہ کی طرف تحقیقی طور پر چہرہ کرنے والے کی پیشانی سے ایک خط فرض کیا جائے، اور کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں و بائیں ایک اور خط فرض کیا جائے جو پہلے خط کو دو قائمہ زاویوں پر قطع کرتے ہُوئے کئی فرسخ تک اس طرح دراز ہو کہ اس خط پر سے کئی فرسخ تک دائیں بائیں انتقال کرنیوالے کا کعبہ سے تقابل زائل نہ ہو۔ اس بناء پر علماء نے ایک ہی سمت پر کئی بلاد کے قبلے وضع کئے۔ علامہ حصکفی کا قول "قلت فہذا معنی الخ" علامہ کا یہ فہم درست نہیں ہے کیونکہ ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں اور بائیں ہونے والی چیز خط ہے، حالانکہ دُرر کی عبارت میں 'وہ شخص ہے الخ'۔ علامہ طحطاوی نے اس بیان کو محشی دُرر علامہ سید ابراہیم حلبی کی طرف منسوب کیا ہے۔ علامہ حصکفی کی عبارت پر علامہ شامی نے کہا کہ منح کی عبارت یہ معراج کی عبارت (جو ہم ذکر کر آئے) کا خلاصہ ہے حالانکہ معراج میں "مارّاً علی الکعبۃ" (کعبہ پر سے گزرنے والے خط) کا ذکر نہیں ہے، بلکہ یہ دُرر کی تصویر میں مذکور ہے ممکن ہے اس سے عرض کی بجائے طول میں گزرنے والا خط مراد ہو تو یہ ایک نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط اور دوسرا خط جو پہلے کو قطع کرکے وہ نمازی پر سے عرض (چوڑائی) میں گزرنے والا ہوگا یا کعبہ پر گزرنے والا ہوگا'

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ١/١٩٧

فیصدق بماصورناه اولاً وثانیاً ثم ان اقتصاره علی بعض عبارة المنح ادی الی قصر بیانه علی المسامتة تحقیقا وھی استقبال العین دون المسامتة تقدیرا وھی استقبال الجھة مع ان المقصود الثانیة فکان علیه ان یحذف قوله من تلقاء وجه مستقبلھا حقیقة فی بعض البلاد[1] اھ فھذا کل ما اورده وتمام ماارادہ۔

تو اس سے ہماری پہلی اور دُوسری دونوں تصویریں (ان کی تصدیق ہوگی) درست ہوں گی، پھر علامہ کا منح کی کچھ عبارت پر انحصار کرنا، حقیقی سمت پر انحصار کو ظاہر کرتا ہے اور وُہ عین کعبہ کی طرف استقبال ہے نہ کہ فرضی سمت پر انحصار کیونکہ وہ جہت قبلہ کی طرف استقبال ہے، حالانکہ سمت فرضی یعنی کعبہ کی جہت کی سمت استقبال کرنا ہی مقصود ہے اس لئے ان کو عبارت سے "بعض بلاد میں حقیقی طور پر کعبہ کو پیشانی کرنے" کو حذف کرنا ضروری تھا اھ، یہ علامہ شامی کی مکمل عبارت ہے اور یہی ان کی مراد ہے۔

اقول وباللّٰه التوفیق شرح نظم الدر ھکذا (یفرض من تلقاء وجھه) ای وسط جبھته (مستقبلھا حقیقة) بحیث لو رفعت الحجب لرئیت الکعبة بین عینیه (فی بعض البلاد) ای ای بلد یراد (خط) مستقیم قائم (علی الخط المار بجبھته معترضا من وسطه الی یمینه او شماله بحیث یحدث معه (زاویة قائمة) عند الجبھة ولم یقل قائمتین لانه لا یجب فرض المعترض مارا الی الجھتین بل یکفی ادنی خط الی ایة جھة منھما

اقول اللہ کی توفیق سے، دُرِمختار کی عبارت کی شرح یُوں ہے (وجہ کی طرف) وجہ سے مراد وسطِ پیشانی ہے (حقیقۃً کعبہ کا استقبال کرنے والے) مراد یہ ہے کہ اس طرح سیدھا استقبال ہو کہ اگر درمیان سے پردے اُٹھا دئے جائیں تو کعبہ دونوں آنکھوں کے درمیان نظر آئے، (بعض بلاد میں) سے مراد کوئی بھی علاقہ ہو (خط فرض کیا جائے) سے مراد سیدھا خط قائم کیا جائے، ایک دوسرے خط پر جو استقبال کرنے والے کی پیشانی پر عرضی (چوڑائی) طور پر اس کے درمیان سے دائیں اور بائیں طرف پھیلا ہوا ہو، ایک خط دوسرے سے اس طرح ملے کہ اس سے وسطِ پیشانی پر زاویہ قائمہ پیدا ہو، یہاں ایک زاویہ قائمہ کو ذکر کیا ہے کیونکہ پیشانی پر خط کا دونوں طرف پھیلنا ضروری نہیں بلکہ خط ان سے کسی

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

فلا يحدث بالفعل الا قائمة واحدة و ذلك من ايجازات هذا الفاضل المدقق فان زاوية قائمة اخصر من زاويتين قائمتين وفيها الكفاية فاختار ما قل وكفى (الى الافق) مقابل من فى قوله من تلقاء وجه اى يبتدئ من وسط الجبهة وينتهى الى الافق ويكون فى امتداده هذا (مارا على) نفس (الكعبة) الى ههنا تم بيان المسامتة الحقيقية ثم شرع فى بيان التقريبية فقال (و يفرض (خط اُخر) مستقيم (يقطعه) عند جبهة المستقبل (على زاويتين قائمتين. مارا بالعرض (يمنة ويسرة) اى يمين المستقبل ويساره ولم يكتف بالخط الاخر المشار اليه فى قوله على زاوية قائمة لان ثمه كان يكفى ادنى ما ينطلق عليه اسم الخط فى احد الجانبين وان لم يستوعب نصف جبين ذلك الجانب ولا ربعه والآن يحتاج الى خط ممتد يمينا وشمالا الى فراسخ كثيرة ليكون محل الانتقال يمنة ويسرة ولذا اتى ههنا بتثنية القائمة

ایک طرف بھی ظاہر ہو تو کافی ہوگا، لہذا بالفعل دونوں خطوں سے ایک ہی زاویہ قائمہ پیدا ہوگا اسی لئے یہاں دو زاویوں کو ذکر نہیں کیا۔ اس فاضل مدقق کا یہ ایک اختصار ہے کیونکہ ایک زاویہ قائمہ دو قائم زاویوں کے مقابلہ میں مختصر ہے اور اس ایک زاویے سے مطلوب میں کفایت بھی پائی جاتی ہے اس لئے انھوں نے مختصر اور کافی کو پسند کیا ہے (افق کی طرف) یہ لفظ "من تلقاء وجہ" میں مِن کا مقابل ہے، یعنی پیشانی کے وسط سے نکل کر افق کی طرف پہنچا ہو جس میں لمبائی ہو (وہ گزر رہا ہو) نفس (کعبہ پر سے) یہاں تک مسامتت حقیقی کا بیان تام ہوگیا، اس کے بعد سمتِ تقریبی کا بیان شروع ہوا، تو کہا اور دوسرا سیدھا خط فرض کیا جائے جو استقبال کرنے والے کی پیشانی پر پہلے خط کو اس طرح قطع کرے کہ اس سے دو زاویے قائمے پیدا ہوں اور یہ دوسرا خط پیشانی پر عرض میں دائیں اور بائیں پھیلا ہوا ہو، مراد یہ ہے کہ کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں اور بائیں دراز ہوا ہو، اور یہاں پہلے کی طرح ایک زاویہ قائمہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دو زاویوں کو ذکر کیا، کیونکہ وہاں پر پیشانی پر ظاہر والے خط کا پیشانی کے دائیں اور بائیں دونوں طرف پھیلنا ضروری نہیں تھا بلکہ وہاں برائے نام ہونا کافی تھا جس پر لمبا خط آگرے، اگرچہ اس جانب پیشانی کے نصف بلکہ چوتھائی کو بھی نہ گھیرا ہو، لیکن یہاں پیشانی پر ظاہر ہونے والے خط کا دائیں اور بائیں کئی فرسخ تک بڑھا ہوا ہونا ضروری ہے تاکہ سمتِ کعبہ سے دائیں اور بائیں انتقال کا محل بن سکے، اسی لیے یہاں دو قائموں

فاذا انتقل المصلی علی هذا الخط فی ای جهة الی فراسخ کثیرة حسب مایقتضیه بعد البلد من الکعبة لایخرج عن الجهة واشار الی ذلک **بقوله** (قلت فهذا معنی التیامن والتیاسر) المسوغین للمصلی (فی عبارة الدرر) فان الدرر انما ذکر تیامن المصلی و تیاسره وکان یحتمل ان معناه یجعل الکعبة علی یمینه اویساره ولیس مرادا قطعا فرسم الخط یمنة ویسرة واشار بطرف خفی کعادته رحمه الله تعالٰی فی غایة الایجاز الی ان ذٰلک التیامن والتیاسر للمصلی انما هو علی هذا الخط المخرج یمنة و یسرة لاما یتوهم (فتبصر)[1] کیلا تزل وقد ظهر لک من هذا الشرح بتوفیق الله تعالٰی:

اوّلاً سقوط مازعموا ان بیانه قاصر علی الحقیقة کیف ولو کان کذلک لما احتاج الی قوله "وخط اٰخر" الخ

کو ذکر کیا، پس جب نمازی اس دائیں بائیں پڑھنے والے خط پر منتقل ہو خواہ کئی فرسخ دائیں یا بائیں جس قدر بھی کعبہ سے شہر کا بُعد ہو اس کے مطابق منتقل ہونے سے جہتِ کعبہ سے خارج نہ ہوگا، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صاحب الدر نے کہا میں کہتا ہُوں (دائیں اور بائیں طرف ہونے کا یہی معنیٰ ہے کہ) دونوں خط نمازی کی دونوں جانب بنیں گے (جو مذکور ہے دُرر میں) کیونکہ دُرر نے نمازی کے دائیں اور بائیں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہوسکتا تھا کہ نمازی کعبہ کو اپنے دائیں اور بائیں کرے۔

لیکن یہ احتمال قطعاً مراد نہیں ہوسکتا ——

اس لئے انھوں نے دائیں اور بائیں خط بناکر ایک مخفی اشارہ دیا جیسا کہ ان رحمہ اللہ تعالٰی کی اختصار کی عادت ہے نمازی کے تیامن و تیاسر میں بھی اختصار سے کام لیا ہے وُہ یُوں کہ نمازی کا دائیں بائیں پھیلنے والے خط پر قائم رہتے ہُوئے سے دائیں یا بائیں ہونا مراد ہے، نہ وُہ کہ جو بعض کو وہم ہُوا، (پس غور کر) تاکہ تُو پھسلے نہیں۔ اللہ تعالٰی کی توفیق سے تجھ پر اس شرح سے چند امور ظاہر ہُوئے:

اوّلاً یہ کہ بعض محشی حضرات کا یہ خیال کہ علامہ حصکفی نے صرف سمتِ حقیقی کو ہی بیان کیا ہے، یہ خیال ساقط ہوا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر علامہ کو "وخط آخر" الخ

---

[1] ف: یہاں تک دو قوسوں کے درمیان جو عبارت ہے وُہ دُرِّمختار کی ہے باقی عبارت شرح کی صورت میں اعلیحضرت کی اپنی ہے۔

لان بیان الحقیقة قد تم الی قوله مارا علی الکعبة۔

ثانیًا سقوط ما اعترض به العلامتان الحلبی والطحطاوی من التخالف بین کلامی الدر والدرر فی معنی التیامن والتیاسر کما علمت۔

وثالثًا سقوط ما زعم العلامة الشامی من التغایر فی تصویرہ وتصویر المنح ومن العجب انه رحمه الله تعالٰی معترف بان عبارة المنح حاصل ما قدمناہ عن المعراج وقد تقدم فی المعراج مرورہ علی الکعبة فمن این نشأ التغایر وانما عبارته عین عبارة المعراج لا تفاوت بینهما الا ان المعراج ذکر المرور عن الکعبة فی الجزاء والدرر اوردہ حالا لانه کان بصدد بیان التقریبیة فاخذ الحقیقة فی الفرض والتصویر۔

ورابعًا اعجب منه قوله کان علیه ان یحذف قوله من تلقاء وجهه الی اٰخر الخ ولا ادری کیف یتم بیان التقریب باسقاط هذہ الکلمات مع عدم ذکرہ عندکم الانتقال علی ذلك الخط یمینا و شمالا وان استنبط هذا

کہنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ حقیقی سمت کا بیان "مارا علی الکعبۃ" پر تام ہوجاتا ہے۔

ثانیًا یہ کہ علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی کا یہ اعتراض بھی ساقط ہوگیا کہ الدُّر یعنی حصکفی کا کلام تیامن اور تیاسر کے معنٰی کے تعین میں دُرر کے کلام کے مخالف ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے۔

ثالثًا یہ کہ علامہ شامی کا یہ خیال کہ علامہ حصکفی اور منح کی تصویر میں تغایر ہے۔ یہ خیال ساقط ہوا۔ اور تعجب ہے کہ علامہ شامی خود معترف ہیں کہ منح کی عبارت معراج کی بیان شدہ عبارت کا ماحصل ہے، جبکہ معراج کی گزشتہ عبارت میں خط کا کعبہ پر سے گزرنا مذکور ہے پھر تغایر کہاں پیدا ہوا حالانکہ ان کی اور معراج کی عبارت ایک ہے، دونوں کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ معراج نے کعبہ پر سے خط گزرنے کو بطور جزاء ذکر کیا ہے اور دُرر نے اس کو بطور حال ذکر کیا ہے کیونکہ وہ صرف سمت تقریبی کو بیان کررہے ہیں اور حقیقی سمت کا اظہار انھوں نے صرف فرضی طور پر اور تصویر میں کیا ہے۔

رابعًا اس سے بھی عجیب ان کا یہ قول ہے کہ علامہ حصکفی کے لئے ضروری تھا کہ وہ کعبہ کے حقیقی استقبال کرنے والے کی پیشانی سے الخ والی عبارت کو حذف کرتے (تاکہ سمتِ تقریبی کا بیان درست ہوتا) مجھے معلوم نہیں کہ ان کلمات کے حذف سے سمتِ تقریبی کا بیان کیسے تام ہوسکتا تھا، جبکہ آپ کے خیال میں دائیں اور بائیں نکلنے والے خط پر انتقال کو

من قولہ فھذا معنی التیامن کما فعلت فلیت شعری ماذا یضرہ ذکر الاخراج من تلقاء وجہ المستقبل حقیقۃ فلیس الا بفرض التحقیق اولا ثم تقدیر الانتقال عنہ۔

وخامسًا لئن اسقط ھذا کلہ لبقی مخرج الخط مھملا لم یتبین ولم یتعین فلا تقریب ولا تحقیق واللہ الھادی الی سواء الطریق۔

قال الشامی قولہ قلت الخ قد علمت انہ لو فرض شخص مستقبلا من بلدہ لعین الکعبۃ حقیقۃ بان یفرض الخط الخارج من جبینہ واقعا علی عین الکعبۃ فھذا امامت لھا تحقیقا، ولو انہ انتقل الی جھۃ یمینہ او شمالہ بفراسخ کثیرۃ وفرضنا خطا مارا علی الکعبۃ من المشرق الی المغرب۱؎ (قلت قالہ بالنظر الی بلدہ الشامی لان قبلۃ الشام الجنوب و یقال فی بلادنا من الشمال الی الجنوب وبالجملۃ المراد الخط المعترض

انھوں نے ذکر نہیں کیا اگرچہ یہ معنی اُن کے قول "فھذا معنی" الخ "تیامن وتیاسر کا یہ معنی ہے" سے حاصل کیا جا سکتا ہے تاہم مجھے معلوم نہیں "حقیقی مستقبل کعبہ کی پیشانی سے خط نکلا" کے ذکر سے ان کو کیا نقصان ہو رہا ہے صرف یہی کہ اس سے سمتِ حقیقی کے تعین کے بعد سمت تقریبی کا بیان ہو رہا ہے۔

خامسًا اگر بقول علامہ شامی اس کلام کو حذف کر دیا جائے تو پھر خط کا مخرج کیا ہوگا۔ جب مخرج مذکور نہ ہوا تو نہ بیان صحیح ہوگا اور نہ ہی کعبہ کا تعین ہو سکے گا۔ اس طرح نہ سمت تقریبی ثابت ہوگی اور نہ ہی تحقیقی ثابت ہوگی۔

اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کا ہادی ہے۔

علامہ شامی نے کہا قولہ، قلت الخ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے علاقہ سے عینِ کعبہ کی طرف استقبالِ حقیقی کرتے ہوئے یُوں فرض کیا جائے کہ اس کی پیشانی سے نکلنے والا خط عینِ کعبہ پر واقع ہو رہا ہے، تو یہ تحقیقی سمت ہوگی اور اگر وہ شخص دائیں یا بائیں کئی فرسخ منتقل ہو جائے اور ہم ایک خط فرض کریں جو کعبہ پر سے مشرق سے مغرب کی طرف گزرے (قلت علامہ شامی کا یہ قول ان کے اپنے علاقہ شام سے متعلق ہے کیونکہ وہاں سمتِ قبلہ جنوباً ہے (اس لئے کعبہ پر عرض میں فرض کردہ خط مشرق سے مغرب میں گزرے گا) ہمارے علاقہ میں یوں کہا جائے کہ شمال سے جنوب کی طرف بڑھنے والا خط (کعبہ پر عرض میں گزرنے والا ہوگا) غرضیکہ عرض میں پھیلنے والا خط

۱؎ ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

قال) وکان الخط الخارج من جبین المصلی یصل علی استقامة الی هذا الخط المار علی الکعبة فانه بهذا الانتقال لاتزول المقابلة بالکلیة لان وجه الانسان مقوس فمهما تاخر یمینا او یسارا عن عین الکعبة یبقی شیئ من جوانب وجهه مقابلا لها اھ[1]۔

اقول فهم رحمه الله تعالٰی ان وصول خط الجبهة عمودا علی الخط المعترض المار بالکعبة عند الانتقال للیمین والشمال شرط بقاء الجهة عندهم وقد افصح عنه بُعَید هذا حیث قال بل المفهوم مما قدمناه عن المعراج والدرر من التقیید بحصول زاویتین قائمتین عند انتقال المستقبل لعین الکعبة یمینا او یسارا انه لایصح لو کانت احدٰهما حادة والاخری منفرجة بهذه الصورة[2]

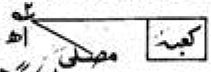

اھ - وفیه :

اوّلاً لیس فی عبارة الدرر ذکر الانتقال ههنا اصلا فضلا عن حصول قائمتین بعد الانتقال وما ذکر بعد فی التفریع

مراد لیا ہے علامہ شامی نے کہا) کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط سیدھا کعبہ پر سے گزرنے والے خط کو ملے گا تو اس صورت میں دائیں اور بائیں انتقال کرنے پر نمازی کا کعبہ سے تقابل کلیۃً زائل نہ ہوگا کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح گول ہے لہٰذا وہ جتنا بھی عین کعبہ سے دائیں یا بائیں پھرے گا اس کے چہرے کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور کعبہ کے مقابل رہے گا اھ۔

اقول علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ سمجھا کہ دائیں یا بائیں منتقل ہوتے وقت نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط کا عمودی شکل میں کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے ملنا کعبہ کی جہت کے بقاء کے لئے ان کے ہاں شرط ہے اس کے کچھ بعد انھوں نے اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہا، بلکہ درر اور معراج سے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کا دائیں یا بائیں انتقال کرتے ہُوئے دو زاویے قائمے حاصل ہونے کی جو ہم نے قید ذکر کی ہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر انتقال کرتے ہُوئے دو قائموں کی بجائے ایک زاویہ حادّہ اور دوسرا منفرجہ اس صورت پر حاصل ہوا تو جہتِ کعبہ کا استقبال صحیح نہ ہوگا اھ۔ اس بیان میں چند اشکال ہیں:

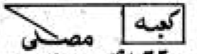

اوّلاً یہ کہ دُرر کی عبارت میں سرے سے انتقال کا ذکر ہی نہیں ہے چہ جائیکہ انتقال کے بعد وہاں دو قائموں کے حصول کا ذکر ہو، اور اس نے بعد میں تفریع

---

[1] ردالمحتار مبحث استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ١/٢٨٨

[2] " " " " " " " "

من التیامن والتیاسر فلیس فیہ ایف اثر من ذلک ولا ھو یستلزم الانتقال بل و لا یحصلان لک بالانحراف عن المحاذات وانت قائم مقامک وبہ عبر فی الدرر حیث قال فیعلم منہ انہ لو انحرف عن العین انحرافا[1] الخ

وثانیًا المعراج وکل من ذکرنا من متابعیہ انما فرضوا خطا من جبین مستقبل العین مارا الی الکعبۃ واُخر قاطعا لہ علی قائمتین ثم فرضوا الانتقال یمینا ویسارا بفراسخ کثیرۃ علی ھذا القاطع ولم یشرط ھو ولا احد منھم حدوث القائمتین بعد الانتقال۔

وثالثاً لو شرط ذلک لم یصح لان الانتقال لا یمکن علی خط مستقیم فان القاطع انما یمر فی جانبی المستقبل بعد موضع قدمہ فی الھواء لکون الارض کرۃ وانما ینتقل المنتقل علی دائرۃ فھو ان حفظ توجھہ حین استقبالہ عین الکعبۃ وانتقل علی تلک الدائرۃ یمیناً وشمالاً فلا شک ان الخط الخارج من جبھتہ

کے طور دائیں اور بائیں ہونے کا جو ذکر کیا ہے اس میں بھی اس کا کوئی نشان نہیں اور نہ ہی وہ انتقال کو مستلزم ہے بلکہ جب تو اپنی جگہ کھڑا رہ کر محاذات سے انحراف بھی کرے تب بھی دو قائمے حاصل نہیں ہوسکتے۔ اسی بات کو دُرر نے تعبیر کرتے ہوئے کہا "پس اس سے معلوم ہُوا کہ اگر عین کعبہ سے کچھ انحراف کرے الخ"

ثانیاً یہ کہ معراج اور اس کے مذکورہ متبعین حضرات نے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کی جبین سے خط نکل کر کعبہ کی طرف جائے اور دُوسرا خط جو اس کو دو قائمہ زاویوں پر قطع کرنے کو ذکر کیا ہے اور پھر ان لوگوں نے اس قاطع خط پر دائیں بائیں کئی فرسخ تک انتقال کو فرض کیا ہے، اس کے باوجود معراج اور اس کے متبعین نے انتقال کے بعد دو قائمہ زاویوں کی شرط نہیں لگائی۔

ثالثاً یہ کہ اگر یہ شرط لگائی جائے تو درست نہیں ہوگی کیونکہ انتقال خط مستقیم پر ممکن نہ ہے اس لئے کہ قطع کرنے والا خط کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں اور بائیں دونوں طرف فضا میں ایک قدم کے فاصلے سے گزرے گا کیونکہ زمین کروی یعنی گول ہے اور انتقال کرنے والا صرف ایک دائرہ پر انتقال کرے گا، اب اگر وہ عین کعبہ کا استقبال کرتے ہوئے اپنی جہت کو محفوظ رکھتے ہوئے اس دائرہ پر دائیں یا بائیں انتقال کرے تو یقیناً اس کی پیشانی سے نکلنے والا

---

[1] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار السعادت مصر ۱/ ۶۰

لایقطع الخط المار بالکعبة عرضا علی قائمتین کما لایخفی۔

ورابعاً یصح ذلک اولا یصح فلن یصح قوله مهما انحرف یمینا او یسارا وانما ذکر المعراج ومن معه بقاء الجهة بالانتقال علیه بفراسخ کثیرة وهذا صحیح ولم یدعوا انه مهما انتقل لم یتبدل کیف والواغل فی الانتقال علیه لایبقی مواجها للکعبة لاشک و سیستبین لک۔

وخامساً لما ارتکز فی ذهنه رحمه الله تعالٰی ان شرط بقاء المواجهة وصول خط الجبهة الی ذلک الخط المعترض بالکعبة عمودا توهم ان لو ترک المنتقل تلک الوجهة وانحرف قلیلا یمینا او شمالا لم یصح لکون الزاویتین اذ ذاک حادة ومنفرجة کما قدم فزعم ان کلام المعراج والدرر هذا مخالف لاجازة الانحراف القلیل المصرح بها فی غیر ما کتاب وصرح به اذ قال، والحاصل ان المراد بالیتامن والیتاسر الانتقال عن عین الکعبة الی جهة الیمین او الیسار لا الانحراف،

خط کعبہ پر سے عرض میں گزرنے والے خط کو دو قائموں پر قطع نہیں کرے گا، کما لایخفی۔

رابعاً یہ شرط صحیح ہو یا نہ ہو مگر شامی کا یہ کہنا ہرگز درست نہیں ہوگا کہ "جتنا بھی دائیں بائیں ہٹ جائے" معراج اور اس کے متبعین نے صرف یہ ذکر کیا ہے کہ دائیں بائیں کئی فرسخ تک منتقل ہونے والے کی جہت باقی ہوگی اور یہ بات صحیح ہے، کیونکہ انھوں نے یہ دعوٰی نہیں کیا کہ جتنا بھی منتقل ہو جائے تب بھی جہت نہ بدلے گی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے جب انتہائی طور پر انتقال ہوگا تو یقیناً وہ کعبہ کی جہت پر نہ رہے گا، اور عنقریب یہ تجھ پر واضح ہو جائیگا۔

خامساً یہ کہ جب محشی رحمہ اللہ تعالٰی کے ذہن میں یہ بات مرکوز ہو چکی ہے کہ کعبہ کی جہت کی بقاء کیلئے یہ شرط ہے کہ نمازی کی پیشانی سے نکلنے والا خط، کعبہ پر سے عرض میں گزرنے والے خط کو عمودی شکل میں قطع کرے تو ان کو وہم ہوا کہ اگر منتقل ہونے والے نے مذکورہ معیار والی جہت کو چھوڑ دیا اور تھوڑا سا بھی دائیں بائیں اس نے انحراف کیا تو استقبال صحیح نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں (مذکورہ دونوں خطوں کے ملنے سے) دو قائمہ زاویے نہیں بلکہ ایک حادہ اور ایک منفرجہ حاصل ہوں گے، جیسا کہ قبل ازیں وہ ذکر ہو چکے ہیں۔ اور انھوں نے یہ گمان کر لیا کہ معراج اور درر کا یہ کلام اس قلیل انحراف کی اجازت کے خلاف ہے جس کا صراحۃً متعدد کتب میں ذکر ہے۔ اور انھوں نے اس کی یہ کہہ کر تصریح کر دی کہ دائیں بائیں ہونے سے مراد کا حاصل یہ ہے کہ عین کعبہ سے دائیں یا بائیں جہت انتقال کرنا ہے نہ کہ

لكن وقع فی كلامهم ما يدل علی ان الانحراف لا يضر[1] ثم نقل كلام القهستانی وشرح العلامة الغزی لزاد الفقير ومنية المصلی عن امالی الفتاوٰی والعجب ان نسی ما نقل بنفسه من الدرر فان الذی نقل ههنا عن القهستانی عين ما قدم عن الدرر من ان الانحراف اليسير الذی لا تزول به المقابلة بالكلية لا يضر فكيف يكون كلام الدرر مخالفا له۔

انحراف کرنا مراد ہے۔ لیکن اس کے باوجود فقہاء کی کتب میں ایسا کلام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انحرافِ قلیل مضر نہیں ہے، اس پر پھر انھوں نے قہستانی، زاد الفقیر کی شرح علامہ غزی اور امالی الفتاوٰی کے حوالہ سے غنیۃ المصلی کی عبارات نقل کیں۔ تعجب ہے کہ علامہ شامی (محشی) رحمہ اللہ تعالٰی دُرر سے خود اپنی نقل کردہ بات کو بھول گئے، کیونکہ اُنھوں نے یہاں قہستانی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ ایسا قلیل انحراف جس سے کعبہ کا مقابلہ کلیۃً زائل نہ ہو مضر نہیں ہے۔ یہ بعینہٖ وہی چیز ہے جس کو وُہ خود پہلے دُرر سے بیان کرچکے ہیں، تو دُرر کا کلام قہستانی کے خلاف کیسے ہوگا۔

سادسًا ليس الامر كما فهم بل انحراف وسط جبهة المستقبل عن مسامتة الكعبة لازم الانتقال والخروج عن سطح الجدار الشريف ولو حفظ فی انتقاله تلك الوجهة لاتی علی مايخرجه عن الجهة بالكلية، ولو انحرف عن تلك الوجهة انحرافا مناسبا لحفظ التوجه الی الكعبة فكلامه منقوض طردا وعكسا، ولبيان ذلك موضع شرقی مكة المكرمة بين طوليهما نحو من ثلثمائة

سادسًا یہ کہ معاملہ وُہ نہیں جیسا کہ انہوں نے سمجھا بلکہ کعبہ کا استقبال کرنے والے کی وسطِ پیشانی کا سمتِ کعبہ سے انحراف، دائیں بائیں انتقال اور کعبہ کی دیوار کی سطح سے خروج کو لازم ہے، اب اگر محشی رحمہ اللہ تعالٰی نمازی کے دائیں بائیں انتقال میں اس زاویہ قائمہ والی توجہ پر قائم رہتے ہیں تو اس صورت میں ان سے نمازی کو جہتِ کعبہ سے بالکلیہ خارج کردینے والی بات صادر ہورہی ہے، اور اگر وہ منتقل ہونے والے کے لئے (اس زاویہ قائمہ والی بات) سے انحراف کرکے کعبہ کی طرف توجہ کی حفاظت کےلئے (منتقل ہونے والے کا کعبہ کی طرف) انحراف مراد لیں تو

---

[1] رد المحتار مبحث استقبال القبلہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲۸۸/۱

وخمسين ميلا اعني خمس درج و عرضه كاً الط نحوا من عرض مكة المكرمة على ماثبت بالقياسات الجديدة كاً اله فاذن تكون قبلته نقطة المغرب سواء بسواء كما لا يخفى على المهندس وذلك لان في اللوغارثميات ظل عرض مكة ۹٫۵۹۳۵۴۲۳ جيب تمام مابين الطولين ۹٫۹۹۸۳۴۴۲ = ۹٫۵۹۵۱۵۸۱ ظل عرض موقع العمود الواقع من نقطة المغرب على نصف نهار البلد مار بسمت راس مكة المكرمة قوسه كاً الط مساوية لعرض البلد فيكون العمود نفسه دائرة سمتية تمر بسمتي راس البلد و مكة ثم نقول ظل ما بين الطولين ۸٫۹۴۱۹۵۱۸ + جيب تمام عرض موقع العمود ۹٫۹۶۴۴۲۷۶ = ۱۸٫۹۶۰۶۷۹۴ نجعله محفوظا وننتقل على نصف النهار هذا يمينا و شمالا مع حفظ الوجه اعني بقاء القطب الشمالي على المنكب الايمن فليكن:

اولاً موضع على خط الاستواء فعرض الموقع هو الفضل بينه وبين عرض البلد لانتفائه جيبه ۹٫۵۶۳۷۵۴۶ ويبقى بتفريقه من

اس صورت میں ان کا کلام جامع اور مانع نہ رہے گا، اس کا بیان یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے مشرق میں واقع ایسا مقام کہ اس کے اور مکہ مکرمہ کے دونوں طولوں میں ساڑھے تین سو میل یعنی پانچ درجے ہو، اور اس مقام کا عرض کاً الط مکہ مکرمہ کے عرض جتنا ہوگا جیسا کہ جدید قوانین میں ثابت ہے کہ وہ کاً الط ہے، تو اس صورت میں اس مقام کا قبلہ ٹھیک نقطۂ مغرب ہوگا، جو کہ ریاضی ان حضرات پر مخفی نہیں، یہ اس لئے کہ لوگارثم میں عرض مکہ مکرمہ کا ظل ۹٫۵۹۳۵۴۲۳ دونوں طولوں میں کامل جیب ۹٫۹۹۸۳۴۴۲ = ۹٫۵۹۵۱۵۸۱ ہے نقطہ مغرب سے گزرنے والے عمود کے مقام کا ظل، نصف النہار کے وقت عین مکہ مکرمہ کی سمت پر سے گزرے گا، تو اس کا قوس کاً الط ہوگا جو عرض بلد کے مساوی ہوگا اس طرح خود عمود ایک دائرہ سمتی ہوگا جو راس البلد اور مکہ مکرمہ کی دونوں سمتوں سے گزرے گا۔ پھر ہم کہیں گے کہ دونوں طولوں کا ظل ۸٫۹۴۱۹۵۱۸ + عمود کے موقع کے تمام عرض کا جیب ۹٫۹۶۴۴۲۷۶ = ۱۸٫۹۶۰۶۷۹۴ ہے جس کو ہم محفوظ کرلیں گے اور ہم دائیں کندھے پر قطب شمالی کو باقی رکھ کر اپنی جہت کو محفوظ بنا کر اس نصف النہار پر دائیں اور بائیں منتقل ہوں تو:

اولاً خط استواء پر ایک موضع ہو تو عمود کے وقوع کی جگہ کا عرض منفی ہونے کی وجہ سے اس کے اور عرض البلد کے درمیان زائد ہوگا، جس کا جیب ۹٫۵۶۳۷۵۴۶ ہوگا۔ اس کو محفوظ سے تفریق

المحفوظ ظل الانحراف الشمالی ٩٫٣٣٦٩٢٤٨ قوسه مح لـ تمامها عمـ لح فمن حفظ الوجهة فقد انحرف عن القبلة اکثر من سبع وسبعین درجة وهو بان یسمی مجانبا احق من ان یسمی مواجها اذ لم یبق بین جنبه الحقیقی و بین الکعبة الا اقل من ثلث عشرة درجة و بینها وبین وجهه اکثر من ٧٧ درجة و ان انحرف عن تلك الوجهة الی یمینه اعنی الشمال اکثر من ٧٧ درجة فقد اصاب القبلة بهذا الانحراف العظیم فانتقض ذلك طردا وعکسا فی انتقال اقل من اثنتین وعشرین درجة۔

ولیکن **ثانیًا** موضع عرضه مح نج شمالیا لیکون انتقال الشمالی مثل ذلك جنوبی فتفاضله مع عرض الموقع مثله فجیبه جیبه والعمل العمل یکون انحراف القبلة هنا من نقطة المغرب الی الجنوب عمـ لح ولزم ما لزم۔

ولیکن **ثالثًا** عرضه الجنوبی مح نج فمجموعه مع عرض الموقع سل الرجیبه ٩٫٩٥٥٣٠٤٣ مفروقا من المحفوظ = ٨٫٩٥٥٣٤٢١ قوس فالظل ح لاط تمامها قد نا فقد انحرف

کرنے پر شمالی انحراف کا ظل ٩٫٣٣٦٩٢٤٨ باقی بچے گا جس کا قوس مح لـ مکمل عمـ لح ہوگا، پس اب جس نے اپنی جہت کو محفوظ رکھا اس کا قبلہ سے ٧٧ درجے سے زائد انحراف ہوگا تو اس کو قبلہ رُو قرار دینے کی بجائے قبلہ سمت سے پہلو پھیرنے والا قرار دینا بہتر ہے کیونکہ اس کے حقیقی پہلو اور کعبہ کے درمیان صرف ١٣ درجے سے بھی کم باقی رہے گا، اور کعبہ اور اس کے چہرے کے درمیان ٧٧ درجے سے زائد ہوگا، اب اگر وہ اس جہت سے اپنے دائیں یعنی شمال کی طرف ٧٧ درجے سے زیادہ انحراف کرے تو تب بھی اس عظیم انحراف سے کعبہ کی جہت کو پائے گا، تو یوں ٢٢ درجے سے کم انتقال سے اس کی جامعیت اور مانعیت ختم ہوجائیگی۔

ثانیًا ایک ایسا موضع جس کا عرض مح نج شمالی ہو تاکہ شمالی اور جنوبی انتقال ایک جیسا ہوجائے تو اس کا تفاضل عمود کے موقع کے عرض سمیت اسی کے برابر ہوگا تو دونوں کا جیب اور عمل ایک ہی ہوگا تو یہاں سے قبلہ کا انحراف مغرب کے نقطہ سے جنوب کی جانب عمـ لح ہوگا اور وہی خرابی لازم آئے گی جو آئی۔

ثالثًا ایک ایسا موضع ہو جس کا جنوبی عرض مح نج ہو تو اس کا مجموعہ عمود کے موقع کے عرض سمیت سل اد ہوگا جس کا جیب ٩٫٩٥٥٣٠٤٣ محفوظ سے تفریق شدہ = ٨٫٩٥٥٣٤٢١ قوس ہوگا یہ ظل ح لاط جس کا کل قد نا ہوگا اس صورت میں

نقطة المغرب خمس و ــ درجة ولم يبق الى نقطة الشمالى خمس درج فان حفظ الوجهة بطلت صلاته قطعا وان توجه الى القطب الشمالى صحت يقينا وان اخذنا مابين الطولين اصغر من ذلك يظهر التفاوت اكبر من ذلك وبالجملة فتلزم استحالات لا تحصى فالحق ان ليس فى عبارة الدرر ولا المعراج شیٔ مما ذكر ولا ما فهم من جواز الانتقال على ذلك الخط مهما شاء، ولا ما فهم من مخالفتهما لتجويز الانحراف اليسير ولا ما فهم من اشتراط حفظ الوجهة لبقاء الجهة، ولا ما فهم من افادتهما فساد الصلٰوة ان احدث الخطان زاويتين مختلفتين بل الامر فيه كما **اقول** انهم انما فرضوا الانتقال على القاطع له على قائمتين اى على نصف نهار الموضع المفروض المسامت حقيقة ليحصل بالانتقال الانحراف على عكس ما فهم العلامة المحشی رحمه اللّٰه تعالٰی وذلك لانه لو جعلت الكعبة مركزا ورسمت بعد مستقبلها دائرة و انتقل هو عليها حتى طاف الدنيا

نقطہ مغرب سے قبلہ کا انحراف ۸۵ درجے ہوگا، اور نقطہ شمالی کی طرف صرف پانچ درجے باقی رہے گا، پس اگر وُہ اپنی اس توجہ کو محفوظ رکھے تو اس کی نماز لازمی طور پر باطل ہوگی، اور اگر وُہ قطبِ شمالی کی طرف پھر گیا تو اس کی نماز یقیناً درست ہوگی اور اگر ہم دونوں طولوں میں اس سے بھی کم فاصلہ فرض کریں تو تفاوت اس سے بھی بڑھ جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ اس سے بے شمار خرابیاں لازم آئیں گی۔ تو حق یہ ہے کہ دُرر اور معراج کی عبارت میں محشی علیہ الرحمۃ کے ذکر کردہ امور میں سے کچھ بھی نہیں، نہ اس خط پر حسبِ خواہش انتقال کا جواز، اور نہ ہی معمولی انحراف کے جواز کی ان دونوں سے مخالفت اور نہ ہی بقائے جہت کے لئے توجہ کے محفوظ رہنے کی شرط اور نہ ہی مختلف زاویے والے دو خطوں کے پیدا ہونے سے ان دونوں حضرات کی طرف سے نماز کے فساد کا افادہ، غرضیکہ محشی علیہ الرحمۃ کی فہم کردہ ان مذکورہ چیزوں میں کوئی بھی ان دونوں حضرات کی عبارت میں موجود نہیں، بلکہ معاملہ یُوں ہے جیسے میں کہتا ہوں (**اقول**) انہوں نے دو قائموں کی شکل میں اس کو قطع کرنے والے خط پر سے انتقال فرض کیا جس کا مطلب یہ ہے کعبہ سے حقیقی سمت والے مقام مفروض پر خاص نصفِ نہار کے وقت قاطع خط سے ایسا انتقال ہو جس سے سمت میں کچھ انحراف حاصل ہو سکے بالعکس اس کے جو علامہ محشی علیہ الرحمۃ نے سمجھا، یہ اس لئے کہ اگر کعبہ کو مرکز قرار دے کر اس کی طرف استقبال کرنے والے

وعاد الى مقامه الاول اى على الفرض لم يزل الاستقبال الحقيقي ولم يحصل انحراف ما اصلا ومقصودهم ان ينبهوا على جواز الانحراف اليسير ففرضوا الخط كما مر وذكروا انه لايجاوز الجهة بالانتقال عليه الى فراسخ كثيرة وقد صدقوا فى ذلك ولم يقدروا الفراسخ لانها تتبدل بتبدل البعد كما تقدم ولو راموا تسويغ الانتقال مطلقا لما قيدوا بفراسخ وقالوا لايزول بالانتقال كم ما كان قلتم فهذا ما كان يجب التنبه له وبالله التوفيق ولنرجع الى ماكنا فيه۔

فاقول ثالثا بقى فى شرحه عبارة الدرر شیٔ وهو جعله "على استقامة" متعلقا "بيصل" وانت تعلم انه كما يجب الاستقامة بهذا المعنى فى الخط الخارج من الجبهة كذلك فى الخط المار بالكعبة عرضا وعلى جعله متعلقا

کے فاصلہ کو ملحوظ رکھتے ہُوئے دائرہ بنایا جائے اور نمازی اس دائرہ پر انتقال کرتا چلا جائے حتی کہ ساری دنیا کا چکر بھی لگائے اور پہلے مقام یعنی فرضی مقام پر لوٹ آئے تب بھی اس کا استقبال حقیقی باقی رہے گا اور ذرا بھی انحراف نہ ہوگا اور مذکورہ انحراف کے ذکر سے ان کا مقصد معمولی انحراف کے جواز پر تنبیہ کرنا ہے تو اس لئے انھوں نے مذکورہ خط کو فرض کرکے یہ ذکر کیا کہ اس مذکورہ دائرہ والے خط پر کئی فرسخ تک انتقال کرنے والے کی جہت تبدیل نہ ہوگی اور یہ بات انھوں نے درست فرمائی، ساتھ ہی انھوں نے فرسخ کی تعداد معین نہ فرماکر یہ واضح کیا کہ یہ تعداد کعبہ سے دائرہ والے خط کے بُعد پر موقوف ہے یعنی بُعد کی تبدیلی سے فرسخ کی تعداد بدل جائیگی جیسا کہ گزر چکا، اور اگر وُہ عام ہر طرح کا انتقال مراد لیتے تو پھر بیان میں فراسخ کی قید ذکر نہ کرتے بلکہ یُوں کہتے "جتنا تم چاہو انتقال کرو اس سے جہت میں تبدیلی نہ ہوگی" یہ وُہ ہے جس پر تنبیہ ضروری تھی، جبکہ توفیق صرف اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ اب ہمیں اپنی بحث میں واپس لوٹنا چاہئے۔

فاقول، ثالثاً (نوٹ: یہ ثالثاً اس اوّلاً سے متعلق ہے جو صفحہ ۸۸ پر گزرا)

دُرر کی عبارت کی شرح کرتے ہُوئے محشی علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا اس میں ابھی کچھ امر باقی ہے وُہ یہ کہ انھوں نے فرمایا کہ دُرر کی عبارت میں "علی استقامۃ" کا تعلق "یصل" کے لفظ سے ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ کعبہ کا استقبال کرنے والے نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط میں جس معنی میں استقامت ضروری ہے

بیصل لا یبقی ایماء الی استقامۃ المار و یصیر قولہ بحیث تحصل قائمتان مجرد بیان لقولہ علی استقامۃ فالاصوب عندی جعلہ متعلقا بالمار لیتم البیانان ولیصیر تاسیسا ولیتعلق بالقریب ھذا ما کان یتعلق بالحمل الاول وحملہ الفاضل الحلیمی فی حواشی الدرر علی بیان التقریبیۃ حیث قال (قولہ بحیث یحصل قائمتان) اطلقہ فشمل ان تینک القائمتین یتساوی بعدھما عن العینین الی جدار الکعبۃ اولا فالاول ھو المراد فی التوجہ الی العین، والثانی فی التوجہ الی الجھۃ وھو المراد ھنا فقط" ثم قال" حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین[1] الی اخر ما قدمنا عنہ فصرح بالمراد و جعل حاصل الوجہین واحدا۔

اسی معنی میں کعبہ پر سے عرضی طور پر گزرنے والے خط میں بھی استقامت ضروری ہے اور "علی استقامۃ" کا تعلق "یصل" سے کرنے میں کعبہ پر سے سیدھے گزرنے والے خط کی طرف اشارہ باقی نہ رہے گا اور اسی طرح دُرر کی عبارت میں "بحیث تحصل قائمتان" کو دیکھا جائے تو وہ صرف "علی استقامۃ" کا بیان بن کر رہ جائیگا، لہذا میرے نزدیک بہتر یہ ہوگا کہ "علی استقامۃ" کا تعلق "یصل" کی بجائے لفظ "المار" سے کیا جائے تاکہ دونوں بیان تام ہوجائیں اور تاسیس یعنی نیا فائدہ بھی حاصل ہوجائے نیز اس کا تعلق قریب سے بھی ہوجائیگا، یہ مذکورہ ساری گفتگو پہلے محمل سے متعلق ہے۔ جبکہ فاضل حلیمی نے دُرر کی شرح کرتے ہوئے اس کی عبارت کا محمل سمتِ حقیقی کی بجائے سمتِ تقریبی قرار دیا (یعنی عین سمتِ کعبہ کی بجائے انھوں نے اس کو جہتِ کعبہ پر محمول کیا ہے) جہاں انھوں نے کہا "قولہ بحیث تحصل قائمتان" اس کو عام رکھا ہے لہذا وہ دونوں قائمے جن کا فاصلہ دونوں آنکھوں سے جدارِ کعبہ تک مساوی ہوگا یا نہ ہوگا، مساوی ہو تو اس سے عین کعبہ کی طرف توجہ مراد ہے اور اگر مساوی نہ ہو تو اس سے جہتِ کعبہ کی طرف توجہ مراد ہے، اور یہاں یہی آخری یعنی فقط جہت کی طرف توجہ مراد ہے، پھر انھوں نے فرمایا کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ دونوں خطوں کے درمیان واقع ہو الخ جہاں تک ہم نے پہلے ان سے ذکر

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولٰی عبدالحلیم باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲

اقول وهذا اولی بوجوہ لقوله فی صدرہ استقبال عین الکعبة للمکی وجهتها لغیرہ ان یصل[1] الخ فافاد انه الآن بصدد بیان التقریبیة لا الحقیقة الواقعة علی العین ولانه قال بعده او نقول هو ان تقع الکعبة الی أخر ما تقدم فی القول الثالث ولا شك انه للتقریب وظاهر قوله او نقول ان محصلهما واحد و لان الجبین یکون علی هذا بمعناه الحقیقی وکذلك فهم العلامة الطحطاوی فصور بیان الدرر هکذا۔

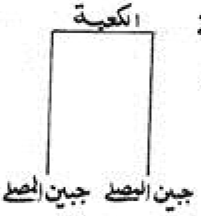

اقول ولیس المراد حدوث الخطین فی حالة واحدة حتی یرد علیه انه مع حمل الجبین علی طرفی الجبهة عدل الی جعله لبیان التحقیق حیث اوصل الخطین الی الکعبة عمودین وانه قد علمت مما قدمنا ان

کردیا ہے غرضیکہ انہوں نے مراد کی تصریح کردی ہے اور دونوں وجہوں کا ماحاصل انہوں نے ایک ہی قرار دیا۔

اقول ان کا یہ بیان کئی طرح سے بہتر ہے ایک وجہ تو ماتن کا یہ قول ہے کہ مکی کے لئے عین کعبہ کا استقبال اور غیر مکی کے لئے جہتِ کعبہ کا استقبال ہے الخ لہذا وہ بتا رہے ہیں کہ اب سمتِ تقریبی کو بیان کر رہے ہیں (یعنی وجهتها لغیرہ الخ) نہ کہ سمتِ حقیقی جس کا وقوع عین کعبہ پر ہے، اور اس لئے بھی کہ انہوں نے بعد میں یہ کہا "یا ہم یوں کہیں کہ ان تقع الکعبة الخ" جیسا کہ تیسرے قول میں گزرا ہے، اس بیان کے بارے میں شک نہیں کہ یہ سمتِ تقریبی سے متعلق ہے، نیز ماتن کا قول "او نقول" ظاہراً بتاتا ہے کہ دونوں کا ماحصل ایک ہے اور نیز اس مراد پر جبین کا حقیقی معنی مراد ہوگا۔ علامہ طحطاوی نے اس کو اسی طرح سمجھا اور انہوں نے دُرر کے بیان کے مطابق تصویر یوں بنائی۔

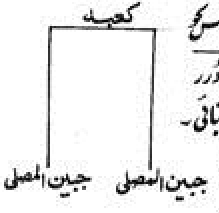

اقول علامہ طحطاوی کے بیان میں، دونوں خطوں کا ایک ہی شکل پر ہونا ضروری نہیں، ورنہ یہ اعتراض پیدا ہوگا کہ انہوں نے جبین کا حقیقی معنی یعنی پیشانی کی دونوں طرفیں (پہلو) مراد لینے کے باوجود جبین سے نکلنے والے خطوں کو عین کعبہ پر بصورت عمود (سیدھا) گراکر سمتِ حقیقی کو بیان کیا ہے حالانکہ ہمارے پہلے

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولیٰ عبدالحلیم باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲
حاشیۃ الدرر لملا خسرو " " " مطبعۃ احمد کامل الکائنہ " " ۱/۶۰

الخط الخارج من الجبين لا يخرج على استقامة الجبهة بل منحرفا من الجبين الايمن يمينا ومن الايسر يسارا وانه لا يمكن ان يكون كلا الخطين الخارجين من الجبينين عمودا على خط مستقيم بل المراد عندي تصوير التيامن والتياسر فالاول مثلاً جبين المصلي الايمن عند انحرافه عن الكعبة يسارا والثاني جبينه الايسر حين انحراف يمينا، وايضاح تصويره هكذا ينبغي ان يفهم هذا المقام، اما قوله رحمه الله تعالٰى في بيان تصويره نقلا عن بعض الافاضل، فقد حصل من الخط المار بالكعبة قائمة ومن الخط الخارج من جبين المصلي قائمة اخرى وحدث منهما زاويتان متساويتان[1] اھ۔

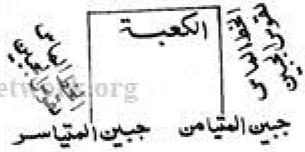

فاقول هذا وان كان

بیان سے آپ معلوم کرچکے ہیں کہ جبین (پیشانی کے پہلو) سے نکلنے والا خط پیشانی کے وسط سے سیدھا نہیں نکلتا بلکہ دائیں جبین سے نکلنے والا خط دائیں طرف اور بائیں جبین سے نکلنے والا بائیں طرف نکلے گا اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں جبینوں سے نکلنے والے خطوط عمودی طور پر خطِ مستقیم پر نکلیں بلکہ میری رائے میں ان کا یہ بیان التیامن اور التیاسر کی صورت کا بیان ہے کہ مثلاً التیامن یہ ہے کہ نمازی کی دائیں جبین کا کعبہ سے بائیں طرف انحراف ہوجائے اور التیاسر یہ ہے کہ اس کی بائیں جبین کا کعبہ سے دائیں طرف انحراف ہوجائے تو اس صورت میں دونوں جبینوں کے خط مستقیم شکل میں کعبہ کی طرف ہوں گے ان کی تصویر کو یوں سمجھنا مناسب ہے ایسے مشکل مقام کو یوں سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالٰی کا وہ قول جو انھوں نے اپنی بنائی ہوئی تصویر کے بارے میں ایک فاضل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے زاویہ قائمہ حاصل ہوا اور اسی طرح نمازی کی جبین سے نکلنے والے خط سے دوسرا قائمہ حاصل ہوا اور ان دونوں خطوں سے دو مساوی زاویے پیدا ہوئے اھ۔

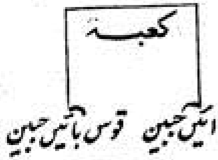

فاقول (تو میں کہتا ہوں) اگرچہ ان کے اس تکلف

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۷

فی حکایتہ غنی عن نکایتہ لکن لا ازراء فیہ بھم فانھم رحمھم اللہ تعالٰی لم یکن لھم اشتغال بتلك الفنون وقد کانوا معتنین بمایھمھم ویعنی فرحمھم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم رحمتہ تکفی وتغنی اٰمین!

ثم اعلم ان الجبینین منتھیان فی الجانبین الی محاذاۃ الحاجبین، قال فی القاموس الجبینان حرفان مکتنفا الجبھۃ من جانبیھا فیما بین الحاجبین مصعدا الی قصاص الشعرۃ[1]۔

کی ضرورت نہ تھی، لیکن اس سے ان پر طعن نہیں آتا کیونکہ ان حضرات کا اس فن سے خاص شغل نہیں ہے وُہ صرف اپنے مقصد اور ضروری مراد کو بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، اللہ تعالٰی ان پر اور ہم پر اپنی کفایت کرنے والی رحمت فرمائے، آمین!

پھر واضح ہو کہ دونوں جبینیں دونوں ابروؤں کے برابر جانبین پر ختم ہوتی ہیں۔ قاموس میں ہے:
"جبینین" پیشانی کو دونوں طرف سے گھیراؤ کرنے والی دو طرفیں ہیں جو دونوں ابروؤں سے بلند ہو کر پیشانی کے بالوں تک پہنچتی ہیں اھ۔ (ت)

بالجملہ ہماری تحقیق پر قولِ چہارم کا حاصل یہ ہوا کہ محاذاتِ حقیقیہ سے دونوں طرف جُھک سکتا ہے کہ جبین یعنی کنارۂ پیشانی محاذی کنارۂ بیرونی ابرو سے جو خط اُس کی استقامت پر اُفق کی طرف جائے سطح کعبۂ معظمہ پر زاویہ قائمہ بناتا گزرے **اقول** (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر جبین سے دوسری تک یعنی مابین دو ابرو اگر سر کو مدوّر فرض کیا جائے تقریباً ربع دور ہوگا تو وسط جبہہ سے ہر طرف ثمن دَور ہے صفتِ مذکورہ پر خط اگر وسط پیشانی پر جاتا تو محاذاتِ حقیقیہ ہوتی، اب اُس سے ثمن دَور پھرنا صحیح ہُوا تو وہی جانبین کعبہ میں ۴۵-۴۵ درجے آئے، قولِ سوم کا بھی یہی محصل تھا، اور کیوں نہ ہو کہ عبارتِ دُرر سے اُن کا ایک محصل ہونا ظاہر کما قدمنا وباللہ التوفیق۔

پنجم اہلِ مشرق کا قبلہ مغرب ہے، اہلِ مغرب کا مشرق، اہلِ جنوب کا شمال، اہلِ شمال کا جنوب۔ تو جب تک ایک جہت دوسری سے نہ بدلے مثلاً ربع مغرب میں قبلہ ہے، یہ ربع شمال یا ربع جنوب کی طرف منہ کرے جہتِ قبلہ باقی رہے گی۔ **اقول** اس قول کا حاصل یہ ہے کہ موضع مصلی سے محاذاتِ حقیقیہ کا خط کعبۂ معظمہ پر گزرتا ہُوا دونوں طرف کے افق تک ملا دیں اور وہیں سے دُوسرا خط اُس پر عمود گرائیں کہ افق کے چار حصّے مساوی ہو جائیں، پھر ہر حصّے کی تنصیف کرکے ہر دو نصف متجاور میں خط وصل کر دیں ان اخیر خطوط سے جو چار ربع افق حاصل ہوں گے وہی ارباع جہات اربعہ ہیں ان میں وُہ ربع جس کے منتصف پر کعبہ معظمہ ہے جہت

---

[1] القاموس المحیط فصل الجیم باب النون مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/ ۲۱۰

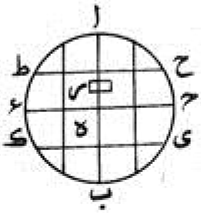

استقبال ہے اور اس کے مقابل جہتِ استدبار اور باقی دو ربع جہات یمین وشمال بایں صورت کہ ہ مصلی ہے اور س کعبۂ معظمہ، اب خط محاذات حقیقیہ ج ء اس پر عمود، ان نقاط اربعہ نے تربیع افق کی پھر ربع اج کو ح اور ربع اء کو ط پر تنصیف کرکے خط ح ط ملادیا، یونہی ط ک ء ک ی۔ ی ح تو قوس ح ا ط جہتِ قبلہ ہے اور ی ب ک جہتِ استدبار، ی ج ح جہتِ یمین، ک ء ط جہتِ شمال۔ ہ اگر ا کی طرف منہ کرے عین کعبہ کی طرف متوجہ ہے اور روا ہے کہ دہنی جانب ح یا بائیں طرف ط کے قریب تک پھرے جہتِ قبلہ باقی رہے گی، جب قوس ح ا ط سے باہر گیا جہت نہ رہی تو یہی دونوں جانب ۴۵ - ۴۵ درجے تک انحراف روا ہوا۔ یہ قولِ نفیس خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی المشرق قبلۃ اھل المغرب والمغرب قبلۃ اھل المشرق والجنوب قبلۃ اھل الشمال والشمال قبلۃ اھل الجنوب۔[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ مغرب والوں کا قبلہ مشرق ہے اور مشرق والوں کا مغرب ہے۔ شمال والوں کا جنوب اور جنوب والوں کا شمال ہے۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے:

قال الزندویسی ان المغرب قبلۃ لاھل المشرق وبالعکس والجنوب لاھل الشمال وبالعکس فالجھۃ قبلۃ کالعین۔[2]

زندویسی نے کہا کہ مشرق والوں کا مغرب قبلہ ہے اور اس کے برعکس، اور شمال والوں کا جنوب قبلہ ہے اور اس کے برعکس۔ پس جہت بھی عین کعبہ کی طرح قبلہ ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

قد قطع الزندویسی فی روضتہ بالتفریع المذکور[3] الخ قالہ بعد ما ذکر انہ بناہ علی کون الکعبۃ وسط الارض وتردد

زندویسی نے اپنی کتاب "روضہ" میں مذکورہ تفریع پر یقین کا اظہار کیا ہے الخ، انھوں نے یہ بات کعبہ کو وسطِ زمین پر قرار دینے کے بعد کہی اور اس کے اثبات

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۷

[2] جامع الرموز فصل شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[3] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

فی ثبوتہ ثم ایدہ بکلام الامام الرازی فی التفسیر وانہ من القضایا المتلقاۃ بینہم بالقبول اقول لامحل لتردد فان الارض کرۃ فلک ان تقدر ایۃ نقطۃ منہا شئت وسطا والکعبۃ احق بذلک فان اللہ تعالٰی جعلہا مثابۃ للناس ثم التفریع لایتوقف علیہ الاتری انا صورناہ بفرض موضع المصلی وسطا۔

میں انھوں نے تردد کیا ہے، پھر انھوں نے اس کی تائید امام رازی کے کلام جو ان کی تفسیر میں ہے سے فرمائی یہ بات مسلّمہ قضایا میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں تردد کی گنجائش نہیں کیونکہ آپ زمین کے جس نقطہ کو وسط قرار دیں وہ کعبہ ہے اس لئے کہ زمین گول ہے اسی لئے اللہ تعالٰی نے کعبہ کو "مثابۃ للناس" فرمایا ہے پھر یہ تفریع کعبہ کے وسط ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ آپ نے خیال نہیں کیا کہ ہم نے نمازی کی جگہ کو وسط فرض کرتے ہوئے اس کی تصویر بنائی ہے۔ (ت)

نظم زندویسی پھر ذخیرہ پھر حلیہ میں ہے:

قبلۃ اہل المشرق الی المغرب عندنا وقبلۃ اہل المغرب الی المشرق وقبلۃ اہل المدینۃ الی یمین من توجہ الی المغرب وقبلۃ اہل الحجاز الی یسار من توجہ الی المغرب[1] اھ

اقول کانہ اراد بالحجاز نحو الیمین والا فالمدینۃ السکینۃ سیدۃ الحجاز وسیدۃ بلاد العالم ثم من المعلوم قطعا ان قبلتہا الی یسار من توجہ الی المغرب اعنی الجنوب فکانہ انقلب فی البیان الیمین والیسار او تبدل المشرق بالمغرب ولعل من ہذا القبیل واللہ تعالٰی اعلم ما وقع من الخانیۃ من ان القبلۃ لاہل الہند ما بین الرکن

ہمارے ہاں مشرق والوں کا قبلہ مغرب اور مغرب والوں کا مشرق ہے، اور مدینہ والوں کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی دائیں طرف ہے، اور حجاز والوں کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی بائیں جانب ہے اھ (ت)

اقول انھوں نے حجاز سے گویا دایاں حصہ مراد لیا ہے ورنہ مدینہ منورہ حجاز کا مرکز اور سردار ہے بلکہ پورے عالم کا سردار ہے۔ پھر قطعاً یہ معلوم ہے کہ مدینہ منورہ کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی بائیں جانب یعنی جنوب ہے، گویا انھوں نے بیان میں (غلطی سے) یمین کی جگہ یسار کو ایک دوسرے سے بدل دیا، یا پھر مشرق اور مغرب کو ایک دوسرے سے بدل دیا واللہ تعالٰی اعلم، ہوسکتا ہے کہ جو خانیہ میں مذکور ہے وہ بھی اسی طرح کی تبدیلی پر مبنی ہو کہ ہندوالوں کا

---

[1] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی بحوالہ الحلیہ الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

اليمانی الی الحجر[1] وکتبت علیہ **اقول** ھذا جھۃ الجنوب ولا یصح الا لبعض بلاد الھند الی عرض کح تقریبا الا ان یقرأ الحجر بالکسر وھو الحطیم ویراد بالرکن الیمانی الجدار الیمانی تماما ویخرج الغایتان فیبقی الجدار الشرقی الذی فیہ الباب الکریم او یقرأ الرکن علی معناہ ویدخل الغایتان ویراد التوزیع ای قبلۃ الھند متوزعۃ بین الجنوب و الشرق والشمال وھذا البعید بعد قولہ ثم تعین لکل قوم منھا ای "من الکعبۃ" مقام فلاھل الشام الرکن الشامی ولاھل المدینۃ موضع الحطیم والمیزاب و لاھل الیمن الرکن الیمانی ولاھل الھند[2] الخ فلیتامل واللہ تعالٰی اعلم

قبلہ رکن یمانی اور حجر کے مابین ہے۔ اور میں نے اس پر حاشیہ لکھا کہ یہ جنوبی جہت ہے، اور یہ صرف بعض ہند جو کہ عرض کح تقریباً ہے کا قبلہ ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر حَجر کی بجائے حِجر کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا جائے، یعنی حطیم کعبہ مراد لیا جائے۔ اور "رکنِ یمانی" سے مراد ساری یمانی دیوار مراد لی جائے اور پھر (خانیہ کی بیان کردہ لمبائی میں سے) دونوں انتہاؤں یعنی یمانی دیوار، اور حطیم کو خارج کردیا جائے اور صرف ان دونوں حدوں کا درمیانی یعنی کعبہ کی شرقی دیوار جس میں کعبہ کا دروازہ ہے مراد لیا جائے، یا پھر یوں کہا جائے کہ رکنِ یمانی اپنے اصل معنی پر باقی رہے اور دونوں حدیں یعنی رکنِ یمانی اور حطیم کو شمار میں داخل مان کر ہند کے قبلہ کو پھیلا دیا جائے اور یوں کہا جائے کہ ہند کا قبلہ جنوب مشرق اور شمال میں پھیلا ہوا ہے لیکن یہ احتمال ان کے اس بیان کے بعد بعید ہے کہ پھر کعبہ کا ہر حصہ ایک قوم کے لئے متعین ہے، شام والوں کے لئے رکنِ شامی اور مدینہ والوں کے لئے حطیم اور میزاب کا حصہ، یمن والوں کے لئے رکن یمانی اور ہند والوں کے لئے الخ مذکورہ، یعنی رکنِ یمانی اور حجر کا درمیان ہے، غور سے کام لو، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اقول یہی قول نقل و عقل و شرع و عرف سب سے مؤید اور یہی اضبط الاقوال و اعدل و اصح و اظہر و اسد۔

اولاً یہ خود امام مذہب سے منقول و کلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہے) ؎

اذا قال الامام فصدقوہ
فان القول ما قال الامام

(جب امام فرمائے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ صحیح قول وہی ہے جو امام نے فرمایا ہے)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ١/٣٣

[2] حواشی الفتاوی الخانیۃ

ثانیاً امام احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ	جب تم میں سے کوئی شخص پاخانے کو جائے تو نہ قبلہ کو
ولا یولہا ظہرہ ولکن شرقوا او غربوا[1]۔	منہ کرے نہ پیٹھ ہاں پُورب پچھم منہ کرو۔

مدینہ طیبہ کا قبلہ جانبِ جنوب ہے لہٰذا شرقاً غرباً منہ کرنا فرمایا، ہمارے بلاد میں جنوباً شمالاً ہوگا۔ حدیث میں جنوب شمال کے کسی حصّے کو رُو یا پُشت کرنے کی اجازت ارشاد نہ ہوئی اور مشرق و مغرب کے کسی حصّے کا استثناء نہ فرمایا تو دائرۂ اُفق کے صاف چار حصّے ظاہر ہُوئے جن میں ایک جہتِ استقبال ہے۔

ثالثاً عرفِ عام میں بھی یہ دائرہ چار ہی ربع پر منقسم شرق غرب جنوب شمال، اور بدنِ انسان بھی چار ہی رُخ و پہلو رکھتا ہے قدام، خلف، یمین، شمال۔ انہی میں فوق و تحت ملا کر تمام جہان میں جہاتِ ستّہ مشہور ہیں، ان چاروں میں ایک کو دوسری پر کوئی ترجیح نہیں، کوئی وجہ نہیں کہ مثلاً ایک کا اتساع ۱۴۰ درجے تک لیا جاوے اور دُوسری کا صرف ۴۰ تک، تو دائرۂ افق چار ربع متساوی ہی پر منقسم ہونا چاہیے۔

رابعاً دائرۂ اُفق میں چار نقطے مفروض ہُوئے اُن میں ایک نقطۂ استقبال حقیقی ہے، دوسرا استدبار حقیقی، دو باقی یمین و شمال حقیقی، توجو ان میں کسی نقطہ کا ٹھیک محاذی نہ ہو اُس کی تقریب لاجرم راجح بتقریب ہوگی بعید کی طرف نسبت تبعید ہے نہ کہ تقریب، لاجرم ہر ایک کے پہلو پر وہی ثمن ثمن دو راُس کا حصّہ پڑے گا۔

خامساً تمام اقوالِ مذکورہ میں یہ ایسا نص ہے کہ دُوسری طرف راجح نہ ہوگا اور بقیہ اقوال سب اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں اور فائدہ مستمرہ ہے کہ توفیق ابقائے خلاف سے اولٰی ہے اور محتمل جانب مفسر رد کیا جاتا ہے، قولِ سوم و چہارم کا یہی محصل ہونا تو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور قولِ اوّل میں عبارتِ منیہ قبلۃ اھل المشرق والمغرب عندنا[2] (ہمارے نزدیک اہلِ مشرق و اہلِ مغرب کا قبلہ۔ ت) کی شرح امام ابن امیر الحاج نے اسی عبارت ذخیرہ عن نظم الزندویسی سے فرمائی جس میں تقسیم رباعی مذکور قولِ دوم میں جہ سے جبہہ مراد لینا چاہیے کہ موضع سجود ہونے کے سبب اشرف اجزائے وجہ ہے اُوپر گزرا کہ وجہ کو مطلق چھوڑیں

---

[1] صحیح البخاری　باب لا تستقبل القبلۃ بغائط الخ　مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی　۱/۲۶
سنن ابوداؤد　باب کراہیۃ استقبال القبلۃ الخ　" آفتاب عالم پریس لاہور　۱/۳

[2] منیۃ المصلی　شرط الرابع استقبال القبلۃ　مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور　ص ۱۸۵

تو جہتین یمین وشمال بھی داخلِ استقبال ہوئی جاتی ہیں کہ کان کے نزدیک کنپٹیوں کی جہت یقیناً جہتِ چپ وراست ہے، دو شخص کہ برابر برابر ایک سمت کو جارہے ہوں کوئی نہ کہے گا کہ اُن میں ایک کا منہ دُوسرے کی طرف ہے۔ بغرض کعبے کو اپنی دہنی یا بائیں کنپٹی پر لینا لغۃً عرفاً شرعاً کسی طرح استقبال نہیں۔

سادساً یہ تو قطعاً معلوم کہ قولِ اول و دوم اور ایک توہم پر سوم کا جو ارسال و اطلاق ہے ہرگز مراد نہیں ہوسکتا، اب اگر تقیید میں اسی تربیع جہات کی طرف رجوع کیجئے تو عین مطلوب ہے ورنہ بیچ میں کوئی حدِ فاصل معیّن ومرجح للاعتبار نہیں اور ترجیح بلامرجح باطل تو حد نہ بندھ سکے گی کہ یہاں تک انحراف روا اور اُس کے بعد فساد تو یہی قول اضبط الاقوال ہے تو اسی طرف رجوع بلکہ اُن سب کا بھی ارجاع مناسب۔

سابعاً اس میں وسعتِ جہت اُن سب سے تنگ تر، تو یہی احوط ہے کہ جہاں تک اُس کا مفاد ہے وہ تمام اقوالِ مذکورہ پر یقیناً جہتِ قبلہ ہے اور جو اس کے مفاد سے باہر ہے وہ مختلف فیہ و مشکوک و نامنضبط ہے تو اخذ متفق و ترکِ شُبہہ و اختلاف ہی مناسب، لاجرم اسلامی علمائے ہیأت نے بھی شرع سے اخذ کرکے جہتِ قبلہ کے لئے یہی ضابطہ باندھا، فتاوٰی خیریہ کے ایک سوال میں ہے،

من القواعد الفلکیۃ اذا کان الانحراف عن مقتضی الادلۃ اکثر من خمس و اربعین درجۃ یمنۃ او یسرۃ یکون ذلك الانحراف خارجا عن جھۃ الربع الذی فیہ مکۃ المشرفۃ من غیر اشکال علی ان الجھات بالنسبۃ الی المصلی اربعۃ۔[1]

فلکی قواعد میں ہے کہ جب دلائل کے مقتضٰی سے انحراف ۴۵ درجے سے زیادہ دائیں یا بائیں ہوجائے تو نمازی کیلئے مسلّمہ چار جہات میں سے، وہ ایک چوتھائی جہت جس میں مکہ مکرمہ واقع ہے بغیر کسی اشکال کے یہ انحراف اس سے خارج قرار پائے گا۔ (ت)

اقول اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ یہ قول امام زندویسی ہرگز ایسی وسعت نہیں رکھتا کہ اسے قول دوم سے مقید کیجئے بلکہ وہی اتنا وسیع ہے کہ اسے اس سے مقید کرنا چاہیے

فما وقع من الامام الحلبی فی الحلیۃ مما قدمنا نقلہ لیس فی موضعہ وھذا اتمام انجاز ما وعدناك فی القول الاول۔

پس امام حلبی کا وہ کلام جو حلیہ میں واقع ہے جس کو ہم پہلے نقل کرچکے ہیں وہ مناسب محل نہیں ہے، قولِ اول میں جو ہم نے وعدہ کیا تھا یہ اس کی تکمیل ہے۔ (ت)

رہی حدیث مرفوع مابین المشرق والمغرب قبلۃ[2] (مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۹

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۶

اور اُس کے مثل ارشاداتِ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم و عبد اللہ بن عمرو غیرہما صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اقول اُس کا یہ مفاد ہونا ہرگز مسلّم نہیں نہ ممکن التسلیم کہ شرق سے غرب تک نصف دَور میں قبلہ پھیلا ہوا ہے ورنہ لازم کہ نصف دیگر میں استدبار پھیلے کہ استقبال و استدبار دو جہت مقابل ہیں سارا دائرہ انہی دو جہتوں نے گھیر لیا، اب ارشاد اقدس و لکن شرقوا او غربوا (لیکن پورب اور پچھم کی طرف منہ کرو۔ ت) کا کیا محل رہے گا، مگر یہ کہیں کہ خاص نقطتین مشرق و مغرب مستثنٰی ہیں تو لازم ہوگا کہ ہر شخص جو پیشاب کو بیٹھے یا پاخانے کو جائے صحیح آلات معرفت نقاط ساتھ لیتا جائے حالانکہ آلات بھی حقیقی تعیین نقاط سے قاصر ہیں، اگر کہئے عرفاً جہاں تک جہتِ مشرق و مغرب پھیلے گی وہ سب مستثنٰی ہے فان بین اذا اضیف الی غیر الاعداد لم یدخل فیہ الغایتان کما فی الفتح (لفظ "بین" جب غیر عدد کی طرف مضاف ہو تو ابتداء اور انتہاء دونوں غایتیں اس میں داخل نہ ہوں گی جیسا کہ فتح میں ہے۔ ت)

اقول اب ٹھکانے سے آ گئے عرف میں جہتیں چار ہی سمجھی جاتی ہیں اور جو ایک سے قریب ہے وہ وہ اُسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس نصف دور کے ۱۸۰ درجے سے ۴۵-۴۵ درجے کہ مشرق و مغرب سے قریب ہیں ان کے حصے میں رہ کر مستثنٰی ہوں گے بیچ کے ۹۰ درجے جن کے وسط میں کعبہ واقع ہے جہتِ قبلہ رہیں گے و ھو المطلوب (اور یہی مطلوب ہے۔ ت) ایک جماعتِ علماء نے یہاں بین بمعنی وسط لیا یعنی مشرق و مغرب کے اندر جو قوس جنوبی ہے اُس کے وسط و منتصف کی طرف قبلہ مدینہ سکینہ ہے۔

اقول اور اُس کے مؤید قول مذکور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے کہ جب تو مغرب کو اپنے دہنے بازو اور مشرق کو بائیں بازو پر لے تو اُس وقت تیرا منہ قبلے کو ہے،

وکانہ رضی اللہ عنہ لذا زاد قولہ اذا استقبلت بعد قولہ فما بینہما قبلۃ لکون ھذا محتملا لخلاف المراد ھذا و حملہ الامام الاجل عبد اللہ بن المبارک علی ان ھذا لاھل المشرق وکذا قال الشیخ البغوی فی المعالم انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اراد بقولہ مابین المشرق والمغرب قبلۃ فی حق اھل المشرق[1] اھ ولا ادری ما الحامل

ہو سکتا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے قول "فما بینہما قبلۃ" کے بعد "اذا استقبلت" کا لفظ اسی لئے بڑھایا ہو کہ فما بینہما قبلۃ میں اس مراد کے خلاف کا احتمال تھا۔ امام عبد اللہ بن مبارک نے ما بین المشرق والمغرب والی حدیث کو اہلِ مشرق کے لئے قرار دیا ہے۔ امام بغوی نے اس کو یوں بیان کیا اور معالم میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قول "مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے" اہلِ مشرق کے حق میں فرمایا ہے" اھ مجھے معلوم نہیں کہ ان حضرات

---

[1] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن زیر آیۃ وما انت بتابع مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۲

ذلك بل الاظهر كما افاد الامام الحلبی فی الحلیة وعلی القاری فی المرقاة ان المراد لاهل المدینة وما وافق قبلتها۔

اقول ومعلوم ان المدینة السكینة علی شمالیتها من مكة المكرمة مائلة قلیلا الی المغرب دون المشرق ثم ان البغوی فی التفسیر والرازی فی الكبیر والمناوی فی التیسیر حملوا المشرق علی اقصر یوم فی الشتاء، قال فی المناوی وهو مطلع قلب العقرب[1]۔

اقول ولا یستقیم الا بفرق عدة درج ولا فی زمانه اذ كان اذ ذاك بعد القلب[عه] الہ لو جنوبیا والمغرب علی مغرب اطول یوم فی الصیف قال

نے یہ کیوں فرمایا —————— جبکہ زیادہ ظاہر وہ معنٰی ہے جس کا افادہ امام حلبی نے حلیہ میں اور ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا کہ اس سے مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد والوں کا قبلہ مراد ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) مدینہ منورہ کا مکہ مکرمہ سے شمال میں تھوڑا سا مغرب کی طرف مائل ہونا واضح طور معلوم ہے نہ کہ مشرق کی طرف، پھر امام بغوی نے اپنی تفسیر، امام رازی نے تفسیر کبیر میں اور امام مناوی نے التیسیر میں مشرق سے مراد سردیوں میں سب سے چھوٹے دن کا مطلع مراد لیا ہے، امام مناوی نے یوں فرمایا کہ وُہ عقرب کے قلب کا مطلع ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بیان چند درجوں کے فرق بغیر درست نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی ان کے زمانے میں یہ درست تھا کیونکہ اُس وقت قلب کا بُعد الہ لو جنوبی تھا، اور ان حضرات نے مغرب کو گرمیوں

[عه] طول القلب فی زمان المناوی صحہ تقریبا فالبعد عن الاعتدال الاقرب سه جیبه فی اللوغارثمیات ۹٫۹۵۲۷۵۷ × ظل المیل الكلی ذاك لح الط تقریباً ۹٫۶۶۳۷۹۵۶۳=۹٫۶۵۹۵۲۳۳۰ قوسه كا الطل هو المیل الثانی للقلب ثم بُعد درجة القلب عن الانقلاب الاقرب اله جیبه ۹٫۶۶۲۵۹۴۸۳ + جیب المیل الكلی

علامہ مناوی کے زمانہ میں طول القلب تقریباً صحہ تھا تو اعتدالِ اقرب سے اس کا بُعد سه جس کا جیب لوگارثم میں ۹٫۹۵۲۷۵۷×اس کے میل کل کا ظل لحہ الط تقریباً ۹٫۶۶۳۷۹۵۶۳=۹٫۰۵۹۵۲۳۳۰ ہوگا اس کے قوس کا الطل ہوگا جو قلب کے لئے میل ثانی ہے پھر انقلاب اقرب سے قلب کے درجہ کا بُعد الہ ہوگا جس کا جیب ۹٫۶۶۲۵۹۴۸۳+میل کل کا جیب

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مابین المشرق الخ کے تحت۔ مکتبہ امام شافعی الریاض ۳۴۵/۲

وهو مغرب السماك الرامح۔

اقول هذا ابعد و ابعد فانعہ بعد السماك اذ ذاك لوک شمالیا

کے طویل ترین دن کا مغرب قرار دیا ہے، اور امام مناوی نے فرمایا کہ وہ "سماک رامح" کا مغرب ہے (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بات بہت بعید ہے کیونکہ اس وقت "سماک" کا بُعد لوک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لو الط ٩٫٦٠٠٣٠٩٠ = ٩٫٦٢٦٣٥٧٣ قوسه طٓ ماحٓ هو المیل الکلی المنکوس له وعرضه ءٓل کمیله الثانی جنوبی فمجموعهما الہٓ نطل حصة البعد جیبه ٩٫٦٣١٧١٢٤ + جیب تمام المیل المنکوس ٩٫٩٩٣٧٥٢٤ = ٩٫٦٢٥٤٦٤٨ قوسه الہٓ لو بعد القلب ای میله الاول ومعلوم ان المیل الاعظم کان اصغر منه باکثر من درجتین فکیف یتساوی سعتا مشرقهما ١٢ منه (م)

عہ طول السماك اذ ذاك ونط تقریبا بعده عن الاعتدال الاقرب نط جیبه ٩٫٥١٢٦٤١٩ + ظل المیل الاعظم = ٩٫١٥٠٥٩٨٢ قوسه حٓح هو میله الثانی وبعد درجته عن راس الجدی عٓا جیبه ٩٫٩٧٥٦٧٠١ + جیب المیل الاعظم = ٩٫٥٧٦٠٧٩١ قوسه السح میله المنکوس وعرضه لآلح شمالیا + حٓح = لطمو حصة البعد جیبه ٩٫٨٠٥٩٥١٠ + جیب شسٓ نب ٩٫٩٦٦٧٥٦٢ = ٩٫٧٧٢٧٠٧٢ قوسه لوٓک بعد السماك ١٢ منه (م)

لو الط ٩٫٦٠٠٣٠٩٠ = ٩٫٦٢٦٣٥٧٣ ہوگا اور اس کا قوس طٓ ماحٓ ہوگا، یہی اس کا منکوس میل کلی ہوگا جس کا عرض ءٓل ہوگا جو اس کے جنوبی میل ثانی جیسا ہوگا پس ان کا مجموعہ الہٓ الطل جو بُعد کا حصّہ ہوگا اس کا جیب ٩٫٦٣١٧١٢٤ + میل منکوس کے کل کا جیب ٩٫٩٩٣٧٥٢٤ = ٩٫٦٢٥٤٦٤٨ ہوگا جس کا قوس الہٓ لو بُعد قلب یعنی اس کا میل اول ہوگا اور یہ بات معلوم ہے کہ میل اعظم اس سے دو درجے کم ہوگا، تو اس سے دونوں مشرقوں کی وسعت کیسے مساوی ہوگی ١٢ منہ (ت)

سماک کا طول اس وقت ونط تقریباً ہو تو اس کا اعتدال اقرب سے بُعد نط ہوگا جس کا جیب ٩٫٥١٢٦٤١٩ + ظلِ میل اعظم = ٩٫١٥٠٥٩٨٢ ہوگا جس کا قوس حٓح جو اس کا میل ثانی ہوگا اور راس جدی سے اس کے درجے کا بُعد عٓا جس کا جیب = ٩٫٩٧٥٦٧٠١ + میل اعظم کا جیب ٩٫٥٧٦٠٧٩١ ہوگا جس کا قوس السح اس کا میل منکوس ہوگا اور اس کا شمالی عرض لآلح + حٓح = لطمو بُعد کا حصہ ہوگا جس کا جیب شسٓ نب ٩٫٩٦٦٧٥٦٢ = ٩٫٧٧٢٧٠٧٢ ہوگا جس کا قوس لوٓک سماک کا بُعد ہوگا ١٢ منہ (ت)

زائد اعلی المیل الکلی بنحو ۱۳ درجۃ قال البغوی فمن جعل مغرب الصیف فی ھذا الوقت علی یمینہ ومشرق الشتاء علی یسارہ کان وجھہ الی القبلۃ[1] اھ قال الرازی و ذلک لان المشرق الشتوی جنوبی متباعد عن خط الاستواء بقدر المیل و المغرب الصیفی شمالی متباعد عن خط الاستواء بمقدار المیل والذی بینھما ھو سمت مکۃ[2] اھ

اقول ولا ادری کیف یحمل لمطلقات علی ھذین المقیدین وای قرینۃ علیہ بل وای حاجۃ الیہ فان الظاھر من الاطلاق ارادۃ مغرب الاعتدال ومشرقہ ولا شک ان بینھما قبلۃ المدینۃ السکینۃ ومایلیھا بل ان ارید زیادۃ التقریب کان العکس اولی وھو اخذ مغرب الجدی و مشرق السرطان لان قبلۃ المدینۃ الکریمۃ علی جنوبیتھا میلا ما عن نقطۃ الجنوب الی الشرق بعدۃ درج۔

ثم اقول فی قول الامام الرازی متباعد عن خط الاستواء

شمالی تھا، اور یہ بُعد "میل کلی" سے تقریباً ۱۳ درجے زائد تھا۔ امام بغوی نے فرمایا، جس نے اس وقت گرمیوں کے مغرب کو اپنی دائیں طرف اور سردیوں کے مشرق کو اپنی بائیں طرف کیا تو اس شخص کا منہ قبلہ کی طرف ہوگا اھ اور امام رازی نے فرمایا یہ اس لئے ہے کہ سردیوں کا مشرق جنوبی ہوتا ہے اور خطِ استواء سے میل کی مقدار دُور ہوتا ہے اور گرمیوں کا مغرب شمالی ہوتا ہے اور خطِ استواء سے میل کی مقدار دُور ہوتا ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے وہ سمتِ مکّہ ہے اھ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) معلوم نہیں مطلق مشرق و مغرب کو کیونکر مقید کر دیا گیا اور اس پر قرینہ کیا ہے بلکہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ مشرق و مغرب سے اعتدال کا مشرق و مغرب علی الاطلاق مراد ہے۔ اور یقیناً ان دونوں کے درمیان مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد کا قبلہ ہے بلکہ (عین قبلہ کی بجائے) صرف تقریبی سمت مراد ہو تو پھر اس بیان کا عکس بہتر ہے وُہ یہ کہ "الجدی" کا مغرب اور "السرطان" کا مشرق لیا جائے کیونکہ مدینہ منورہ کا قبلہ اس سے جنوب میں تھوڑا سا نقطۂ جنوب سے مشرق کی طرف چند درجے ہٹ کر ہے۔ (ت)

ثم اقول کہ امام رازی کے قول "کہ گرمیوں کا مغرب اور سردیوں کا مشرق، خطِ استواء سے

---

[1] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن زیر آیت وما انت بتابع مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۲

[2] التفسیر الکبیر زیر آیت فول وجھک الخ مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۴/۲۲۲

بمقدار المیل تماماً ظاہراً فان ذلك انما ھو فی الافق المستوی اما فی غیرہ فسعۃ المشرق والمغرب لراسی الجدی والسرطان اکبر دائماً من المیل الکلی کیف وھی وتر القائمۃ من مثلث کروی یحدث من قوس المعدل بین الافق والمیلیۃ وقوس من المیلیۃ واخری من الافق کلتاھما بین المعدل والجزء وزاویتاہ الباقیتان حادتان اما کون ھذہ قائمۃ فلانھا من میلیۃ وقعت علی المعدل واما حدۃ البواقی فلان وتر القائمۃ وھی السعۃ والمیل کلاھما اقل من الربع واحدی الزوایا غیر حادۃ فتمت شرائط [من اولی اکر وجب] عظیمۃ وتر العظمٰی بالسابع منھا وھی السعۃ فھی اعظم من المیل الاعظم ومن قوس المعدل الباقیۃ ایضاً اما فی افق المستوی فتنطبق المیلیۃ علی الافق فلا مثلث ولم یکن بین الجزء ونقطۃ الاعتدال حینئذ الا المیل وذلك ما اردناہ واللہ تعالٰی اعلم۔

میل کی مقدار دُور ہوتا ہے میں کُھلا تسامح ہے کیونکہ یہ مستوی افق میں ہے لیکن اس کے غیر میں مشرق و مغرب کی وسعت راس جدی اور راس سرطان پر ہمیشہ میل کل سے بڑی ہوتی ہے، ان کا قول کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ یہ وسعت، مثلث کروی کے قائمہ کا وتر ہے اور یہ مثلث کروی افق اور میلیہ کے درمیان معدل کے قوس اور میلیہ کے قوس اور ایک دوسرے، جو کہ افق کا قوس ہے، سے پیدا ہوئی۔ یہ دونوں معدل اور جزء کے درمیان ہیں اس کے باقی دونوں زاویے حادّہ ہیں، اس کا قائمہ ہونا تو اس لئے ہے کہ یہ میلیہ سے معدل پر گری ہے، اور دوسرے زاویوں کا حادہ ہونا اس لئے ہے کہ قائمہ کا وتر جو کہ وسعت اور میل ہے یہ دونوں چوتھائی سے کم ہیں اور ایک زاویہ جو کہ غیر حادہ ہے تو اس طرح کروں میں سے پہلے کی "ا" کے شرائط مکمل ہوگئے تو "اب" ان کے ساتویں کی وجہ سے وتر عظمٰی کی بڑھائی ضروری ہوگئی اور یہ وہی وسعت ہے تو یہ میل اعظم سے اور باقی معدل کے قوس سے بھی بڑی ہے لیکن مستوی کے افق میں میلیہ افق پر منطبق ہوجاتی ہے اس لئے وہاں مثلث نہیں ہے اور جزء اور نقطۂ اعتدال کے درمیان اب صرف اس کا میل ہے اور یہی ہماری مراد ہے، اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

تذییل کتب مذہب میں یہ پانچ عبارتیں ہیں کہ افادۂ حکم عام کرتی ہیں اور یہاں ایک عبارت اور ہے جسے بعض کتب میں صورۃً بطور عموم ظاہر کیا اور حقیقۃً اصلاً صالح عموم نہیں بلکہ اُنھیں علاماتِ خاصہ سے ہے جو بلادِ مخصوصہ کے لئے اقوال فقیہ ابوجعفر وغیرہ مشائخ سے گزریں وہ یہ کہ بین المغربین قبلہ ہے یعنی گرمیوں میں سب سے بڑے دن مثلاً ۲۲ر جون اور جاڑوں میں سب سے چھوٹے دن مثلاً ۲۱ر دسمبر میں آفتاب جہاں ڈوبے اُن

دونوں موضعِ غروب کے اندر سمتِ قبلہ ہے۔ ردالمحتار میں بحوالہ شرح زادالفقیر للعلامۃ الغزی بعض کتبِ معتمدہ سے اور شرح الخلاصہ للعلامۃ القہستانی میں ہے:

ینظر مغرب الصیف فی اطول ایامہ ومغرب الشتاء فی اقصر ایامہ فلیدع الثلثین فی الجانب الایمن والثلث فی الایسر والقبلۃ عند ذلك ولو لم یفعل ھکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز۔[1]

گرمیوں کے طویل ترین دن کے مغرب اور سردیوں کے چھوٹے دن کے مغرب کو ملحوظ رکھ کر دائیں جانب ۳۰ اور بائیں جانب ۳ درجے چھوڑے تو یہ نمازی کا قبلہ ہوگا، اور اگر وہ یہ احتیاط نہ کرے اور دونوں مغرب کے درمیان سیدھا نماز پڑھ لے تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

حلیہ میں ملتقط وتجنیس ملتقط سے ہے:

وقال ابو منصور ینظر الی اقصر یوم واطول یوم فیعرف مغربیھما ثم یترك الثلثین عن یمینہ قال صاحب الملتقط ھذا استحباب والاول للجواز[2] اھ وھذا ما وعدناك صدر الکلام فی الایراد الخامس۔

اور ابو منصور نے کہا سب سے چھوٹے اور سب سے بڑے دن کے مغرب کو معلوم کرکے پھر ۳۰ درجے دائیں طرف چھوڑے۔ صاحبِ ملتقط نے کہا کہ پہلا بیان جواز کیلئے اور یہ دوسرا استحباب ہے اھ اور یہی صدرِ کلام میں پانچویں اعتراض میں ہمارا وعدہ تھا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو بلادِ مکہ معظمہ سے خاص جنوب یا شمال کو ہیں یہ بیان ان سے تو اصلاً متعلق نہیں ہوسکتا آخر نہ دیکھا کہ قبلۂ مدینہ سکینہ قبلۂ قطعیہ یقینیہ ہے، بین المغربین درکنار خود جمیع جہت مغرب سے بہت بعید ہے اور بلادِ شرقیہ وغربیہ کو بھی عام نہیں ہوسکتی، آخر نہ دیکھا کہ ابھی بحث چہارم مکالمۂ علامہ شامی میں جو شہر مکہ معظمہ سے پانچ درجے طول مشرقی زائد خاص خطِ استوا پر لیا اُس کا قبلہ بین المغربین سے چوّن ۵۴ درجے شمال کو ہٹا ہوا ہے،

لان السعۃ العظمی فی الافق المستوی لحم الر وقد کان انحراف قبلۃ عن نقطۃ المغرب عرص لح۔

کیونکہ مستوی افق میں بڑی وسعت لحم الر ہے جبکہ نقطۂ مغرب سے قبلہ کا انحراف عرص لح تھا۔ (ت)

تو قبلہ تقریباً ننانوے ۹۹ درجے مغربین سے باہر ہوگا جو ربع دورے سے بھی زیادہ ہے، لاجرم امالی الفتاوٰی میں اس قول کو اپنے بلادِ سمرقند وغیرہا سے خاص کیا، غنیہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

[2] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی بحوالہ الحلیہ الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

ذکر فی امالی الفتاوی حد القبلۃ فی بلادنا یعنی فی سمرقند ما بین المغربین مغرب الشتاء ومغرب الصیف[1]۔

امالی الفتاوٰی میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے سمرقند کے علاقہ میں قبلہ کی حد گرمیوں اور سردیوں کے دونوں مغربوں کے درمیان ہے۔ (ت)

انھیں بلادِ شرقیہ سے ہرات ہے، علامہ برجندی فرماتے ہیں، ہم نے اس کا قبلہ تحقیق کیا بین المغربین سے باہر جنوب کو ہٹا ہوا پایا۔ اور اسی کے مطابق امام عبداللہ بن المبارک مروزی و امام ابو مطیع بلخی کا ارشاد آیا، شرح نقایہ میں ہے:

نحن قد حققنا بتلك القواعد سمت قبلۃ ھراۃ فظھر لنا انہ یقع عن یسار مغرب اقصر ایام السنۃ حیث یغرب کواکب العقرب وھو الموافق لما ذکرہ عبداللہ بن المبارك وابو مطیع فما وقع فی تجنیس الملتقط انہ لو صلی الی جھۃ خرجت مما بین مغرب الصیف ومغرب الشتاء فسدت صلاتہ انما یصح فی بعض البقاع[2] (ملخصاً)

ہم نے ان قواعد سے ہرات کے قبلہ کی سمت تحقیق کی ہے تو ہمیں معلوم ہوا کہ سال کے چھوٹے دن کے مغرب سے بائیں جانب جہاں عقرب کے ستارے غروب ہوتے ہیں یہاں کا قبلہ ہے، عبداللہ بن مبارک اور ابو مطیع کے بیان کے یہی مطابق ہے اور جو تجنیس الملتقط میں ہے کہ اگر نمازی نے گرمیوں کے مغرب اور سردیوں کے مغرب سے خارج کسی جہت میں نماز پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہوگی، تو یہ بات بعض علاقوں میں درست ہوسکتی ہے ملخصاً (ت)

اقول حقیقت امر یہ ہے کہ معظم معمورہ میں اکثر بلادِ شرقیہ کا قبلہ تحقیقی مغرب سرطان سے مغرب جدی تک ہے اور بہ نسبت درجات ادراک مغربین ہر شخص پر آسان اور اُن بلادِ کثیرہ میں اگرچہ جہت قبلہ مغربین سے باہر تک ممتد مگر امر محدود و سہل الادراک کی تعیین جو حدود قبلہ کے اندر داخل ہے مضائقہ نہیں رکھتی بلکہ بارہا اُس میں زیادہ تقریب ہے جس سے سہولت و قُرب بحقیقت دونوں منافع حاصل، لہذا علماء نے اُن بلاد میں عامہ کو ما بین المغربین کی تحدید بتائی اُس کے معنی یہ نہ سمجھے کہ اس سے باہر جہت اصلاً نہیں، اور مغربین سے تجاوز ہوتے ہی نماز فاسد ہو، مگر شرح خلاصہ قہستانی اور شرح زاد الفقیر میں بحوالہ بعض کتب معتمدہ کہ شاید وہی شرح خلاصہ ہو کہ وہ تمام عبارت بعینہا فقیر نے اس میں پائی، بعد عبارت مذکور ہے، واذا وقع توجھہ خارجا منھا لایجوز بالاتفاق[3] (اگر اس کی

---

[1] منیۃ المصلی الشرط الرابع استقبال القبلہ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۸۵

[2] شرح النقایۃ للبرجندی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ منشی نولکشور بالسرور لکھنؤ ۱/ ۸۹

[3] رد المحتار باب شروط الصلوٰۃ مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۸۸

توجہ اس جگہ سے خارج ہوجائے تو اس کی نماز بالاتفاق جائز نہ ہوگی۔ ت) دونوں کتابوں میں عبارت بلفظ منہا بالضمیر مؤنث ہے نہ منہما بضمیر تثنیہ کہ جانب مغربین راجع ہو، تو شک نہیں کہ جہت سے خروج مفسد صلوٰۃ ہے اور لفظ بالاتفاق اس معنی پر صریح دال کہ خروج عن الجہۃ ہی کا مفسد ہونا متفق علیہ ہے نہ کہ یہ تحدید خاص جو اقوالِ خمسہ مذکورہ ائمہ مشہورہ دوارہ فی کتب المذہب سب کے خلاف ہے لیکن منیہ میں امالی سے یُوں ہے:

فان صلی الی جہۃ خرجت من المغربین فسدت صلاتہ[1]	اگر نمازی نے کسی ایسی جہت میں نماز پڑھی جو مغربین سے خارج ہو تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ (ت)

اور تجنیس الملتقط کی نقل گزری، علامہ برجندی کا ارشاد سُن چکے کہ اُنھوں نے ہراۃ کے لئے یہ حکم نہ مانا بلکہ اس کا تحقیقی مغربین سے باہر ہے اور اس حکم کو صرف بعض مقامات سے مخصوص کہا **اقول** بلکہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نادر مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو اور عرض تقریباً چھپّن درجے کہ ان کی سعۃ المغرب ۴۵ درجے ہوگی ورنہ اگر عرض اس سے کم ہوا تو سعۃ المغرب ۴۵ درجے سے کم ہوگی اور باجماع اقوالِ خمسہ بین المغربین سے کم و بیش خروج روا ہوگا اور اگر قبلہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے تو ضرور احد السعتین کی طرف جُھکے گا تو جس سے جتنا قریب ہے اُس سے اُسی قدر باہر جانا بھی روا ہوگا اور جس سے بعید ہے اُس کے اندر بھی بعض انحراف مفسدِ نماز ہوگا کما لایخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت) پھر یہ بھی زیادہ بین الفساد پھر تمام دنیا چھوڑ کر گنتی کے چند مواضع کا حکم لینا اور اُسے صورتِ عام میں بیان کرنا کیونکر رو بصحت ہوگا خصوصاً وہ مواضع بھی اتنے دُور دراز عرض کے جو اگر آباد بھی ثابت ہوں تو شک نہیں کہ اُس زمانے میں معمورہ سے باہر سمجھے جاتے اور خارج الاقالیم کہلاتے تھے کہ اُن کی تقسیم میں ساتوں اقلیمیں ۵۰° ۲۰' تک ختم ہوگئیں۔ ہماری اس تقریر سے متفطن نکال سکتا ہے کہ اس قول پر کتنے نقض وارد ہیں۔

اولاً عرب و عجم و ہند و سندھ غرض ایشیا افریقہ کے عام شہر بلکہ تمام ہفت اقلیم میں کہیں سعۃ المغرب ۴۵ درجے نہیں اور اوپر واضح ہوچکا کہ یہاں تک انحراف باجماع جمیع اقوال مذکورہ روا ہے کہ یہی سب سے تنگ تر قول ہے تو عامہ معمورہ کے جملہ بلاد جن کا قبلہ نقطۂ مشرق یا مغرب ہو باتفاق اقوال مزبورہ ان میں مابین المغربین سے بھی انحراف روا ہوگا اور نماز فاسد نہیں ہوسکتی جب تک ۴۵ درجے سے زائد نہ ہو۔

ثانیاً وہ بلاد کم ہیں جن کا قبلہ خاص نقطۂ اعتدال ہو، اکثر میں کم یا زیادہ انحراف ہے اب تین حال سے خالی نہیں یا تو انحراف اعنی تمامہ ای من نقطۃ الاعتدال الی الجنوب او الشمال (میری مراد

---

[1] منیۃ المصلی الشرط الرابع استقبال القبلۃ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۸۵

اس کا تمام ہے یعنی نقطۂ اعتدال سے جنوب و شمال کی طرف۔ ت) سعۃ المغرب سے کم ہوگا یا برابر یا زائد، بر تقدیر اول جس سمت انحراف ہے اُدھر کی سعۃ المغرب سے اور بھی باہر جانا روا ہوگا مثلاً ۴۴ درجہ سعت ہے اگر انحراف نہ ہوتا تو اُس سے ۲۱ درجے خروج جائز ہوتا، اب فرض کیجئے ۳۰ درجے انحراف ہے یہ تو بین المشرقین ۴۱ درجے عدول صحیح ہوگا۔

ثالثاً جس سمت سے انحراف ہو اگر انحراف و سعت کا مجموعہ ۴۵ درجے سے زائد ہے تو بین المغربین ہی وہ جگہ پائی جائے گی جب تک انحراف مفسد نماز ہے حالانکہ اس قول پر جواز ہوگا۔

رابعاً فرض کیجئے ۲۰ درجے جانب جنوب انحراف ہے اور وسعت ۲۴° تو اس قول پر قبلۂ تحقیقی سے جنوب کو صرف چار درجے انحراف جائز ہوگا کہ بین المغربین سے خروج نہ ہو اور شمال کو ۴۴ درجے تک انحراف روا ہوگا یہ بدیہی البطلان اور بالاجماع غلط ہے قبلۂ حقیقی سے جس قدر ایک طرف پھرنے میں مواجہہ نہیں جاتا واجب کہ دُوسری طرف بھی اُس قدر میں زوال نہ ہو کہ چہرۂ انسان کے دونوں رُخ یکساں ہیں یہ چار چوالیس کا تفرقہ کدھر سے آیا۔

خامساً و سادساً بر تقدیر ثانی استحالے ظاہر تر ہیں فرض کیجئے سعت و انحراف جنوب دونوں رُخ یکساں ہیں (اور یہ کوئی فرض ناواقعی نہیں ہیأت داں کو عمل تعکیس کا اجرا بتا دے گا کہ فلاں فلاں مقام ایسے ہیں) اب اس صورت میں حکمِ شرعی تو یہ ہے کہ بین المغربین سے جانب جنوب ۴۵ درجے تک باہر جانا روا ہے اور جانب شمال سعت کے صرف ۔۔ تک جھک سکتا ہے نصف شمال کی طرف جھکنا مفسد نماز ہوگا اور اس قول پر اس کے برعکس حکم یہ نکلے گا کہ ایک پہلو پر تو ساٹھ درجے تک انحراف روا اور دوسرے پہلو پر قدم بھر ہٹا اور نماز گئی کیا یہ حکم شریعتِ مطہرہ کا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

سابعاً تقدیرِ ثالث تو خود استحالۂ حاضرہ ہے کہ جب انحراف سعت سے زائد ہے تو جو قبلۂ حقیقی چاہے واجب ہے کہ بین المغربین سے باہر جائے اس قول پر خود استقبال حقیقی مفسد نماز ہوا۔

ثامناً دنیا میں کوئی سعت سے زائد ہے طرفین کا مجموعہ ۹۰° ۴۵ ہوا تو بین المغربین یقیناً وہ انحراف ہے جسے قبلۂ حقیقی سے ۴۵ درجے زائد اختلاف ہے تو جو فسادِ نماز کی صورت تھی وہ اس پر جواز کی ہوئی اور جو جواز بلکہ اعلیٰ استحباب کی تھی وہ فساد کی ٹھہری اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ ہوگا۔

تاسعاً فرض کیجئے ایک شہر مکۂ معظمہ سے قریب اور کثیر العرض ہے اور دُوسرا بہت بعید اور قلیل العرض یا بے عرض، تو قطعاً اوّل کی سعۃ المغرب دوم سے زائد ہوگی جس کی زیادت چھیاسٹھ درجے تک پہنچ سکتی ہے تو اس قول پر لازم کہ قریب شہر کی سمتِ قبلہ بہت دُور والے شہر کی سمت سے ہزارہا میل زیادہ دُور تک پھیلی ہو، یہ عکس قضیہ معقول و منقول ہے۔

عاشراً ناواقف گمان کرے گا کہ اس قول میں بہ نسبت دیگر اقوال کے تضییق ہے کہ معظم معمورہ میں سعت ۴۵ درجے سے بھی کم ہے مگر یہ خیال باطل ہے ہم ابھی ثابت کر آئے کہ اس میں قبلہ حقیقی سے ساٹھ۶۰ درجے انحراف روا ٹھہرتا ہے اور تنقیح کیجئے تو اس کی وسعت ظاہر قولین اولین سے کچھ کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ ۶۶-۲۳ کے عرض پر مجموع سعتین کے پورے ایک سو اسّی۱۸۰ درجے ہیں۔

اقول والبرهان علیه تساوی المیل الکلی وتمام عرض البلد فتساوی جیوبهما وفی المثلث الکروی نسب جیوب الزوایا الی جیوب اوتارها متساویة فیتساوی جیوب السعة والقائمة وبه یظهر فی کلام المدقق الرومی فی شرح الجغمینی حیث قال سعة المشرق والمغرب تزید بزیادة العرض الی ان تبلغ قریبا من الربع مالم یبلغ العرض ربعا اھ

اقول (میں کہتا ہوں) اس پر دلیل میل کلی اور تمام عرض بلد کا متساوی ہونا ہے تو اس طرح ان دونوں کی جیبیں بھی متساوی ہوں گی اور مثلث کروی میں جیوب زوایا کو اس کے جیوب اوتار کی طرف متساوی نسبت کیا گیا ہے تو اس طرح جیوب سعۃ وقائمہ دونوں متساوی ہوں گے اور اسی سے شرح چغمینی[1] میں فاضل رومی کے دقیق کلام میں جو ابہام ہے واضح ہوجاتا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا: سعۃ مشرق ومغرب عرض کے بڑھنے سے بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ سعۃ قریب ربع کو پہنچ جائے جبکہ عرض بلد ربع کو نہ پہنچی ہو اھ (ت)

بلکہ حسمِ مناقشہ کے لئے ساٹھ ہی درجے کا عرض لیجئے کہ وہاں سعت ۵۲° ۴۴' ہوا، اور فرض کیجئے کہ انحراف جنوبی ۷۷° ۱۱' ہو کہ اس سے زیادہ کا انحراف ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں۔ اب اگر مصلی نقطہ مغرب سے ۵۲° ۳۴' شمال کو پھر کر کھڑا ہو اس قول پر نماز صحیح ہوگی کہ قبلہ بین المغربین کے اندر ہے حالانکہ قبلہ حقیقی سے پورا ایک سو تیس۱۳۰ درجے پھرا ہوا ہے قولین اولین کے ظاہر پر تو قبلے کو کروٹ ہی ہوتی تھی یہاں اس سے بھی گزر کر پیٹھ کا حصہ ہے اور استقبال موجود، بالجملہ اس پر وہ استحالات ہائلہ وارد ہیں جن کا شمار دشوار، تو یہ قول اس طور پر نقلاً عقلاً اصلاً قابلِ قبول نہیں اور خود اسی قدر اس کی غرابت و نامسموعی کو بس تھا کہ تمام کتب معتمدہ کے پانچوں اقوال سے صریح مناقض ہے، ہاں اس وجہ پر کہ فقیر نے تقریر کی ضرور صحیح و نجیح ہے وباللہ التوفیق، الحمدللہ کہ جہتِ قبلہ کا یہ کافی وافی شافی صافی بیان اس جلالتِ شان وایضاحِ صواب واحاطہ وتحقیق وکشفِ حجاب کے ساتھ واقع ہوا کہ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون رب اوزعنی ان اشکر نعمتک

---

[1] شرح چغمینی الباب الثالث من المقالۃ الاول فی الدوائر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۶۹

التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صٰلحا ترضٰہ واجعلنی من التائبین وادخلنی برحمتک فی الصٰلحین اٰمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

افادۂ ثانیہ علی گڑھ میں القلابین کی سعت المغرب کیا ہے۔ الحمدللہ کہ جہت قبلہ کے معنی آفتاب کی طرح واضح ہوگئے اور معلوم ہولیا کہ جب تک حدودِ جہت کے اندر ہے جواز و اباحت ہے حتی الوسع اصابتِ عین صرف مستحب ہے۔ اب یہ دیکھنا رہا کہ مقامِ عیدگاہ متنازعہ فیہ کا انحراف حدودِ جہت کے اندر ہے یا نہیں، اس کے لئے اُس ظاہری وسعت اقوالِ سابقہ کی تکلیف دینی درکنار قول نجم جسے ہم محقق و منقح کر آئے اُس سے بھی تنزل کریں اور اُس بین المغربین ہی کی تحدید کرلیں کہ ہمارے بلاد میں واقعی یہی سب سے تنگ تر ہے تاکہ ناواقف فتویٰ دہندوں کو کوئی شکایت نہ رہ جائے اس کے لئے اولاً علی گڑھ میں راس الجدی و راس السرطان کی سعۃ المغرب معلوم کرنی ضرور ہے **فنقول** ا ب ح ء افق علی گڑھ ہے ا ء قوس معدل، ہ قطب شمالی ح راس الجدی وقت غروب ہ ح، دائرۂ میلیہ س ح میل کلی ۲۳° ۲۷′ ا ح، سعۃ المغرب مثلث ا س ح قائم الزاویہ میں ء ا تمام عرض البلد یعنی ۶۲° ۴′ ہے کہ زاویہ تقاطع معدل و افق ہمیشہ تمام عرض بلد ہوتا ہے الا تری ان قیاسہا قوس ط ح و ی سمت راس البلد فکان ی ط عرضہ وط عرضہ و ط ح تمامہ بحکم شکل مغنی جیب میل : جیب تمام عرض :: جیب ا ح مجہول : ع ∴ بلوگارثم جیب اول ۹٫۵۹۹۸۱۷۰ - جیب دوم ۹٫۹۴۶۲۰۳۲ = جیب سوم ۹٫۶۵۳۶۲۳۸ قوسہ کو مو۔ معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں راس السرطان نقطۂ مغرب سے ۲۶ درجے ۴۶ دقیقے شمال کو اور راس الجدی اسی قدر جنوب کو ہٹا ہوا ڈوبتا ہے۔

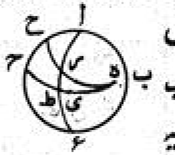

افادۂ ثالثہ یہ عیدگاہ نقطۂ مغرب سے کس قدر منحرف ہے۔ اب وضوحِ مقصد میں صرف اتنی ہی بات کا دریافت کرنا رہا، اگر ثابت ہو کہ اس کا انحراف پونے ستائیس درجے سے کم ہے تو یقیناً وہ اس سب سے تنگ تر قول پر بھی جہتِ قبلہ کی طرف ہے اور اُس میں نماز مکروہِ تحریمی بتانا اور اسے ڈھانا فرض ٹھہرانا سب جہل و افترا، اس کے ادراک کو عیدگاہ مذکور کی دیوارِ قبلہ کا جنوباً شمالاً طول درکار تھا، دریافت کئے پر تحریر آئی کہ ساڑھے بیاسی گز ہے، اگر یہ پیمائش اور معترضوں کا وہ دعویٰ کہ دیوار محاذاتِ قطب شمالی سے نوّے فٹ جانب مغرب ہٹی ہوئی ہے صحیح ہے تو زاویہ انحراف معلوم کرنا مشکل نہیں **فاقول** ء نقطۂ قطب ہے اور ا ب دیوارِ قبلہ، بحالتِ موجودہ ب سے ٹھیک سمت ء پر خط ب ح غیر محدود کھینچا اور ب کو مرکز فرض کرکے ا کے بعد پر قوس ا ہ ح رسم کی جس نے خط کو نقطہ ح پر قطع کیا تو ب ح اُس حالت پر دیوار ہوگی جس پر معترضین اُسے لانا چاہتے ہیں،

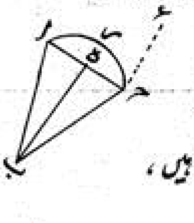

وتر ا ح وصل کیا کہ حسب بیان معترضین ۹۰ فٹ یعنی ساٹھ ذراع شرعی ہے اور ا ب، ح ب دونوں ضلعے یعنی نصف قطر کہ ایک مرفوع ہے حسب بیان سائلان ایک سو پینسٹھ ذراع شرعی ہے ۱۶۵ : ۶۰ :: درجات وتر ا ح ۶۰° ۶۰ × ۶۰ = ۳۶۰۰ ÷ ۱۶۵ = ۲۱°٫۸۱۸۱۸۱۸۱ یعنی کا مط ہ اگر مقدار وتر ہوئی اُس کا نصف ی ند ل صد جدول جیب میں اس کی قوس ی کط تو قوس ا ح یعنی زاویہ ا ب ح = ک نح یعنی اس کی سمت قبلہ قطب شمالی سے دو دقیقے کم اکیس درجے جانب غرب ہے **وَبِتَوَجُّہٍ اٰخَرَ** کہ بیان میں رسم قوس کی حاجت نہ ہو ب سے سمت د پر خطِ غیر محدود کھینچا اور ب ح مساوی اب قطع کرے اور بحکم شکل ہشتم بلکہ پنجم وچہارم مقالۂ اولیٰ زاویۂ ب کا منصف ہوا اور بحکم حدود ا ح پر عمود ا ہ حسب بیان معترضان ۳۰ ذراع شرعی ہے تو بحکم شکل نافع لو ۳۰ × ع = ۱۱٫۴۷۷۱۲۱۳ – لو ۱۶۵ یعنی ۲٫۲۱۷۴۸۳۹ = ۹٫۲۵۹۶۳۷۴ لو جیب زاویۂ ا ب ہ یعنی ی ند ل صد[1]۔ قوس ی کط تو کل زاویہ وہی ۲۰° ۵۸' ہوا اور ظاہر ہے کہ جتنا انحراف اس دیوار کو قطب شمالی جانب غرب سے ہے اُتنا ہی اس کی سمت قبلہ کو نقطہ مغرب سے جانب جنوب ہوگا کہ دیوار مثلاً اب پر اس کے سمت ح ب اور ح ب خط جنوب وشمال پر س ب خط اعتدال عمود ہے تو اب ح ح ب س قائمتین سے اب س مشترک ساقط کیا ح ب س برابر اب ح کے رہا، پس دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا کہ سب سے تنگ تر قول پر بھی عیدگاہ مذکور پونے چھ درجے سے زیادہ حدودِ قبلہ میں داخل ہے اور قولِ محقق ومنقح پر ۲۶ درجے سے بھی زائد اندرونِ حد ہے کما سیظھر ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے گا۔ ت) یعنی شرعاً جہاں تک انحراف کی اجازت ہے اُس کا نصف بھی اس میں نہیں اتنا ہی انحراف اور ہوتا جب بھی سات درجے زائد حد میں رہتی تو روشن ہوا کہ نئی روشنی والوں کے بیان وفتوے سب ظلمت جہل وا ہوا ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

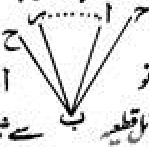

افادۂ رابعہ علی گڑھ کا قبلہ تقریبی۔ کتب متداولہ ہیأت میں جو طریقہ معرفت سمت کا لکھا جسے سید المحققین علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند التحقیق تحقیق نہیں تقریب ہے اُس طریقہ پر یہاں معرفتِ سمت یوں ہے۔ ہ مرکز دائرۂ ہندیہ ہے افقِ علی گڑھ میں ا ح خط اعتدال ل ب خط جنوب وشمال اس آنجا کہ علیگڈھ مکہ معظمہ سے شرقی شمالی ہے اور طول مکہ معظمہ صری طول علی گڑھ عح وما بین الطولین کز نو عرض مکہ کا کہ عرض علیگڈھ کز نو ما بین العرضین و لا لہذا نقطتین جنوب وشمال سے نقطہ مغرب کی طرف ل ء ب ح بقدر کز نو وصل کیا اور نقطتین مشرق ومغرب سے

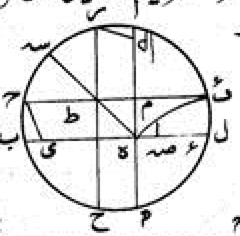

---

[1] زیرا کہ تحویل لوگارثم مذکور بحسب اصل عشری ۰٫۱۸۱۸۱۸۲ وتحویلش بہ ستینی ی ند ل صد ۱۲ منہ (م)

نقطۂ جنوب کی طرف ا م ح بقدر ولا س ح ملایا جس نے ء ح کو ط پر قطع کیا ہ سے ط پر گزرتا خط ہ سہ کھینچا کہ سمتِ قبلہ ہے یعنی نقطۂ مغرب سے بقدر قوس ا سہ جانبِ جنوب پھرے تو مواجہ کعبہ معظمہ ہو کتب ہیأت کا عمل یہاں تک تمام ہوا کہ اُن کا مقصود دائرۂ ہندیہ میں خط قبلہ نکالنا تھا وہ اسی قدر سے حاصل۔ ظاہر ہے کہ جب ہ سہ سمتِ قبلہ ہوئی ہ ف اس پر عمود گرایا یہ شانۂ راست کی جہت ہوگی تو ع کہ قطبِ شمالی ہے دہنے شانے سے جانبِ پشت ہی مائل ہوگا یا یوں سمجھئے کہ ق ہ دیوار قبلہ بحالتِ موجودہ ہے اور ق صہ محاذاتِ قطب سے تفاوت کے فیٹ۔ خیر یہ تو استخراج خط تھا مگر ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ درجوں دقیقوں میں اس انحراف کی مقدار کیا ہوئی۔ **اقول** س ک یعنی بحکم توازی ھ ط جیب تفاضل عرض ہے اس کی مقدار و صح لد ط مربع مو الـ ماب الجا۔ ح ی ھ رہ جیب تفاضل طول مقدار تو نجہ ومد مربع الـثہ ھ الجـ لجی والد نو مجموع مربعین الجـ الوبہ مطمح ب سر اس کا جذر ل الجـ لط کہ بحکم عروسی مثلث قائم الزاویہ ہ ھ ط میں مقدار وتر ہ ط ہے اب بحکم شکل نافع ہ ط : ع :: ھ ط جیب ھ رہ ط مجہول ۔ و صحو لد مط ÷ لہ ل الجـ لطمنحط = ی صح نجـ لد لہ قوس ی الجـ یعنی دش درجے اٹھائیس دقیقے جانب جنوب پھرنا چاہئے۔ و باللوغارثمیات خط ھرہ یعنی فرق طول ۳۷°۵۶' کی جیب لوگارثمی ۹٫۷۸۸۶۹۴۴ = لو مربع ۹٫۵۷۷۳۸۸۸ یعنی T٫۵۷۷۳۸۸۸ = مربع ۰٫۳۷۷۹۱۳۳ خط ھط یعنی فرق عرض ۲۰°۴۶' کی جیب لوگارثمی ۹٫۵۴۹۶۶۱ :: لو مربع ۹٫۰۹۹۳۳۲۲ یعنی T٫۰۹۹۳۳۲۲ :: مربع ۰٫۱۲۵۸۰۵ مجموع مربعین ۰٫۵۰۳۹۷۸ لوگارثم T٫۷۰۲۳۹۸ لو جذر T٫۸۵۱۱۹۹ :: لو مط ۹٫۵۴۹۶۶۱ − ۹٫۸۵۱۱۹۹ = ۹٫۶۹۸۴۶۲ قوس وہی ۲۸'۱۰°۔

افادۂ خامسہ علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی۔

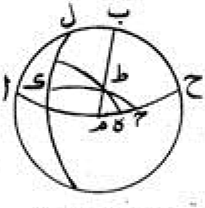

اقول ا ب ح ء افق شمالی علی گڑھ ب نقطۂ مغرب ء معدل النہار ح قطب شمالی ط سمت راس مکۂ مکرمہ ح ط ک نصف نہار ہا ح س نصف نہار علی گڑھ ہ سمت راس علیگڑھ ہ ط ل خط سمت قبلہ علی گڑھ ل ب تمام انحراف یعنی انحراف از نقطۂ مغرب بجنوب اس کی معرفت مقدار کے لئے **اولا** نقطۂ مغرب سے سمت راس مکۂ معظمہ پر گزرتا ہوا نصف النہار علی گڑھ پر عمود ب ط ھ ڈالا کہ سمت راس علی گڑھ ہ سے جنوب گزرا لما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالٰی ھ س عرض موقع العمود ہوا مثلث ط ک ب قائم الزاویہ ہے لحدوث ک بین میلیۃ والمعدل اور سب ضلعیں ربع سے کم ہیں لان کلا قطعۃ من ب س ب ھ ح ک الارباع اور زاویہ ب کا قیاس قوس ھ س ہے فان کل زاویۃ علی کرۃ من عظیمتین قیاسہا قوس غایۃ الفصل بینہما اور ط ک عرض مکہ ب ک تمام فرق طول ہے تو بحکم ظلی ظل ب مجہول : ظل ط ک :: ع : جیب ب ک ۔: لو ظل عرض مکہ ۹٫۵۹۳۵۴۲۳ لو تمام مابین الطولین

ٹونو ۹٫۸۹۶۹۲۶۵ = ۹٫۶۹۹۶۶۱۵۸ قوس این ظل اٹو الو لح عرض موقع العمود ظاہر ہے کہ عرض علی گڑھ الو سے بقدر آط لب کم ہے لہٰذا سمت راس سے جنوب کو واقع ہوا لاجرم قبلہ مغرب سے جنوب کو ہٹے گا اور ازانجا کہ علی گڑھ بھی شمالی العرض ہے لو جیب تفاضل لیں اور ازانجا کہ اتنی چھوٹی قوسوں میں تفاضل لوگارثم بشدت ہے محض تعدیل مابین السطرین مساہلت کثیرہ لاتی ہے اُسے بطریق دقیق نکالیں ۱۸٫۴۱۵۶۶۱۸ یا اسے محفوظ رکھیں۔

ثانیاً مثلث ح مط قائم الزاویہ میں زاویہ ح کا قیاس قوس ک س مابین الطولین ہے اور ح م تمام عرض عمود سح لح لب ∴ ظل ح : ظل طم مجہول :: ع : جیب ح م ∴ لو ظل تفاضل طول ۹٫۸۹۱۷۶۷۹ + لو جم عرض عمود ۹٫۹۵۲۰۱۳۴ = ۹٫۸۴۳۷۸۱۳ = ظل طم۔

ثالثاً مثلث طمہ قائم الزاویہ میں زاویہ ہ کا قیاس قوس آل ہے کہ مقدار انحراف ہے نقطۂ جنوب سے غروب کو اور ظل زاویہ ہ مجہول : ظل طم :: ع : جیب ہ م محفوظ ∴ ۹٫۸۴۳۷۸۱۳ − ۸٫۴۱۵۶۶۱۸ = ۱۱٫۴۲۸۱۱۹۵ جدول ظل میں اس کی قوس فزنب اُس کا تمام ب ح کہ مقدار قوس ب ل مطلوب ہوئی یعنی دو درجے آٹھ دقیقے نقطۂ مغرب سے جانب جنوب جھکیں تو عین کعبہ معظمہ کے مواجہ ہوں۔

وبوجہ اخر فرق طول ٹونو کی جیب ۹٫۷۸۸۶۹۴۴ + لو جم عرض حرم محترم سح لہ ۹٫۹۶۸۹۲۶۲ = ۹٫۷۵۷۶۲۰۶ قوسہ لرند لح تمامہا نۂ لا الف محفوظ اول جیبش ۹٫۹۱۳۸۳۸۴ ∴ لو ج عرض مکہ مکرمہ ۹٫۵۶۲۴۴۶۸۵ − لو ج محفوظ اول = ۹٫۶۴۸۶۳۰۱ قوسہ الوالح محفوظ دوم + تمام عرض علی گڑھ سٹ ع = مح ل لح محفوظ سوم جیبہ ۹٫۹۹۹۸۵۲۶ + لو ج محفوظ اول = ۹٫۹۱۳۶۹۱ قوسہ نۂ ح سے محفوظ چہارم تمام ٹونو لح بعد علی گڑھ از مکہ معظمہ یعنی تقریباً دو ہزار چار سو میل کا فاصلہ ہے اس مسافت کی جیب ۹٫۷۵۷۹۲۲۹ ∴ لو جم محفوظ اول ۹٫۷۵۷۶۲۰۶ − لو ج بعد = ۹٫۹۹۹۶۹۷۷ قوسہ فزنب تمامہا ب ح وہی دو درجے آٹھ دقیقے جنوب کو آئے وذلك ما اردناہ ان کو انحراف دیوار گ نح سے تفریق کیا تو قبلۂ حقیقی سے صرف یح ن انحراف رہا اسے مہ° سے کم کیا باقی کو ی یعنی ابھی چھبیس درجے سے بھی کچھ زیادہ اور انحراف ہوتا ہے جب بھی حدود قبلہ کے اندر تھی یا یوں سمجھئے کہ قبلہ حقیقی قطب شمالی سے ۲ درجہ ۸ دقیقے غرب کو ہے اور قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے تک انحراف روا تو قطب سے ۴۷° ۸′ ہوگا ۸ دقیقے چھوڑ کر ۴۷ درجے ہی انحراف رکھئے

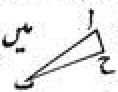

میں وتر اح کی مقدار ۴۷٫۸۴۹۸۸۸۳ ہے کہ ۲۳° ۳۰′ کی جیب کج نہ کطہ نو ہے اعشاریہ میں کسور درجہ کی تحویل سے ۲۳٫۹۲۴۹۴۴۱۴ ہوئی جس کا دوچند یہ وتر ہے اور ضلع اب کی ۱۶۵ ذراع شرعی ہے = ۶۰° پس تناسب یہ ہوا ۶۰ : ۱۶۵ :: ۴۷٫۸۴۹۸۸۸۳ : مجہول ∴ سطح وسطین ۷۸۹۵٫۲۲۳۱۵۶۹۵ ÷ ۶۰ = ۱۳۱٫۵۸۷ یہ اح کے ذراع شرعی ہوئے ۱½ میں ضرب

دیے سے ۴۶،۱۹۱ فٹ آئے یعنی نوّے ۹۰ فٹ یہ اور ۱۰۱ فٹ اور یہ جملہ ۱۹۱ فٹ بھی اگر یہ دیوار قطب شمالی سے پھری ہوتی حدود سے باہر نہ تھی هکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

تنبیہ قول محقق و منقح کہ کعبہ معظمہ کے دونوں جانب ۴۵ درجے تک انحراف روا ہے اس پر عمل قبلہ تحقیق برہانی نکال کر کرنا چاہیے کہ طریق تقریبی میں خود کئی کئی درجے کا تفاوت آتا ہے۔ اب یہیں دیکھیے کہ ۸ درجے ۲۰ دقیقے کا تفاضل ہے واللہ الهادی الی الصواب، الحمدللہ کہ اس تحریر میں افادۂ اولٰی غایت نفع و افاضت پر واقع ہوا مناسب اُس کے لحاظ سے اس کا تاریخی نام هدایة المتعال فی حد الاستقبال ہو کہ اس کی تصنیف اواخر ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ میں ہوئی، اور اگر یہ لحاظ کریں کہ تبییض میں اوائل محرم ۱۳۲۵ھ کی تاریخیں آئیں گی تو حد الاستقبال کے عوض جهة الاستقبال کہنا مناسب، وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔